... ابن زهرة الحسيني الحلبي

الحمد لله

حصہ اول

غنية النزوع

اعلان ضروری

(۱) اس پہلے حصہ مین جو مقدمات کتاب الفین کی ابتدا مین جناب علامہ رح نے لکھی ہین بوجہ عام فہم ہونیکے ہمنے درج نہین کئی

حصہ دوم مین جو خاص دلائل فلسفیہ کا ہی اسمین درج ہونگے اور یہان بھی چند مقدمات کو لکھنا ہے

(۲) امت کو اختیار خلیفہ اور امام کی مقرر کرنیکا نہونا اسکی ۲۹ دلائل جناب علامہ رح نے لکھی ہین ہمنے ۱۳ کا اضافہ کرکی جملہ ۴۲ دلائل کردی جو سب عام فہم ہین۔

(۳) اصل کتاب الفین کی دلیل کی شناخت دوہرے ہندسے سے رکھی ہے مثلاً ۹/۱۸ یعنی کتاب الفین کی اٹھارھوین دلیل ہے یا ۱۲/۲۱ وغیرہ تاکہ تطبیق ترجمہ با اصل مین آسانی ہو اور اپنی دلیل مین ایک ہی ہندسہ رکھا۔

(۴) قیمت کتاب جو ۸ آنہ رکھی ہے اس سے غرض یہ نہین ہے کہ بلا قیمت نہ دیجائے بلکہ اگر کوئی مدد کرے تو کم سے کم ۸ آنہ اور زیادہ جو توفیق ہو

(۵) چند دلائل جو عام فہم نہ تھین انکو آخر مین لکھا ہے تاکہ ناظرین کو پورا فائدہ ہو دلیل ۵۰ سے دلیل ۶۰ تک۔

(۶) پہلی جلد اسکی پچاس جزو کی ہوگی اور فی جزو ۱۲ کی لاگت سے چھپے گی انشاء اللہ تعالیٰ

راقم
غلام حسنین کنتوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کی حمد اور اسکا شکر تو ہر ایک نعمت پر واجب ہی مگر جس نعمت سے اتمام نعمت کیا ہی اُسکی شکر گذاری اور ستایش اسیقدر واجب ہے کہ ہماری شکر گذاری کا آخر درجہ ہو اتمام نعمت اکمال دین کے ساتھ ہی اسی نظر سے پہلے فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم پھر بطور عطف تفسیری ارشاد ہوا و اتممت علیکم نعمتی پھر اسی نعمت کی تعیئن اور تفسیر بھی فرمادی و رضیت لکم الاسلام دینًا پھر جب ہم سورہ فاتحہ کی آیت صراط مستقیم کی شناخت کو سوچیں اسمین صاف وارد ہی صراط الذین انعمت علیہم سو صاف ظاہر ہوتا ہی یہ اتمام نعمت اُسی امام کے تقرر سے ہوا ہی جسکی پیروی کرنی ہمپر واجب ہے اب معلوم ہوا کہ اکمال دین ہی

سے اتمام نعمت ہے اور اس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین اور خوشنودی
خدا بھی اسی مین ہے کہ جو چیز اسلام مین آخری تعلیم ہے اور جسکی اعلان
کیواسطے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے باوجود خوف منافقین کے ایسا
اہتمام فرمایا جو کسی مسئلہ اسلامیہ کے اظہار مین کبھی نہین کیا تھا اور
جس خوف سے بیخوف رہنے کا وعدہ خدا نے واللہ یعصمک من الناس سے
کر دیا وہ کونسی نعمت ہے جو متمم نعمتہائے الٰہی ہے نصب خلیفہ اور امام
جیسا کہ خم غدیر مین ہوا اور جس اولی الامر کی اطاعت مثل رسول کی
اطاعت کے واجب کی تھی اور رسول نے اسکو ایک لاکھ یا بتیس ہزار
کے سامنے دونو ہاتھون سے اٹھا کر پکار کر کہدیا من کنت مولاہ
فہذا علی مولاہ سے علی مولی بان معنی کہ پیغمبر بود مولی - درود
اور سلام منیب اور نائب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور علی اور انکی آل اطہار
اور ائمہ ابرار پر ہو۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے خاکسار غلام حسنین
کہتا ہے کہ امامت اور خلافت کی متعلق جتنی باتون کا سمجھنا دلائل عقلیہ
اور نقلیہ سے ضروری ہے اور جنکی تائید آیات قرانیہ سے ہوتی ہے انکے
بیان مین اگرچہ بہت سی کتابین علمائے کرام نے لکھین مگر جیسی جامع

جملہ مقاصد کتاب الفین علامہ حلّی رح سے لکھی ایسی کوئی کتاب
میری نظر سے نہین گذری۔ مگر چونکہ وہ کتاب ایک بڑی منطقی اور فلسفی
تصنیف سی ہی اور سب قسم کی دلائل اسمین درج ہین ترتیب مین دلائل
کے مطابق ہماری زمانہ کی جناب علامہ نے لحاظ نہین فرمایا ہی ہیچمدان کو
ایسا خیال ہوا کہ ان دلائل کو ترتیب کے ساتھ اپنی دیسی زبان مین لکھے
تاکہ مبتدی اور متوسط اور منتہی ہر درجہ کے لوگ اپنی اپنی درجہ فہم پر اس سے
نفع اٹھائین اور اگر ممکن ہو کچھ اور دلائل کا اضافہ بھی کرے اور زیادہ تر
لحاظ اسکا بھی رہی کہ ہماری زمانہ مین چونکہ منطق کے نام سی تمام طبایع کو
نفرت ہو گئی ہی اگرچہ کسی مطلب کے اثبات مین کوئی تقریر کیسی ہی آسان ہو
قیاس منطقی سی خالی نہین ہو سکتی لہذا مین روزمرہ کی بول چال مین ایسی
سلاست سی ان دلائل کو لکھون کہ منطق کی چھاؤن بھی نہ پڑنی پائی اور مطلب
پورا ادا ہو جائے

ہر ایک عالم اور جاہل جس بات کی اثبات پر کوئی تقریر کرتا ہی تو قواعد منطق سے
جدا ہو کر عقل کے خلاف ہی کہ وہ تقریر کر سکے مگر چونکہ روزمرہ کی محاورہ مین
کسی شکل منطق کا اشارہ بھی نہین ہوتا لہذا عموماً وہ تقریر عام فہم معلوم

ہوتی ہی پھر اگر یہ تقریر کسی شکل منطق پر شامل ہوتی ہی سننے والا جو کچھ اعتراض کرتا ہی قواعد منطق ہی کے برتاؤ سے کرتا ہی اور لطف یہ ہی کہ دونو سننے اگر پوچھا جائے کہ تمنے اثبات دعوی مین کونسی شکل منطق کہی تھی اور معترض سے پوچھا جائے کہ تمنے کس قاعدہ منطق سے اعتراض کیا دونو چپ اور پا در گل ہو جائنگے۔

اب معلوم ہوا کہ قوانین قدرت نے ہمکو مجبور کیا ہی کہ ہم جو تقریر کرین ضرور انھین قواعد پر ہو جو اصول منطق سے مطابق یا غیر مطابق ہین گو ہم ان قواعد کو نہ جانین۔

پھر اگر ہماری تقریر مطابق اصول منطق کی ہی تب معترض کا اعتراض خلاف اصول کے ہی اور اگر ہماری تقریر مخالف ہے تب معترض کا اعتراض مطابق اصول کی ہوگا۔ اور کبھی ہماری دلیل اور معترض کا اعتراض دونو مخالف اصول کی ہوتے ہین اسیواسطے منطق کو علم میزان کہتی ہین کہ عقلی باتونکی صحت اور غلطی جانچنے کی ترازو ہی

اس بحث کا پورا مقام مناسب دوسرا حصہ ہماری اس کتاب کا ہی کہ جسکے لکھنے کی اجازت ہم علماے دین سے حاصل کرکے تب اسکو بقدر اپنی کم علمی کے

لکھنا تجویز کرتے ہین اگرچہ اسوقت جو بعض اہل علم سے پوچھا گیا ہے بالاتفاق اُنکی راے ہے کہ وہ حصہ طلبہ علوم کو ازحد مفید ہے

اغاز مدعا

اس کتاب مین مسئلہ امامت اور خلافت نبوت پر بحث کیجائیگی اور اس بحث کی مخاطب وہ لوگ ہین جو خدا کی وجود اور واحد ہونیکے قائل اور انبیا علیہم السلام کا فرستادہ خدا ہونا اسکے بھی معتقد۔

ایضاً ہمارے نبی کی نبوت کا بھی انکو اقرار اور قران کا منزل من اللہ ہونا اسکی بھی تسلیم کرنیوالے ہین اور جو لوگ ان مسائل ثلثہ کے منکر ہین جیسے دہریہ۔ نیچری یا غیر مسلمین کوئی فرقہ کیون نہو انکو پہلے مسئلہ توحید اور نبوت کا سمجھ لینا ہماری کتب علم کلام سے لازم ہے اور اس کتاب کے دلائل انکو رد اور انکار کا منصب نہین ہے اسی وجہ سے اس کتاب مین برھان لمی اور برھان آنی اور جدلی یعنی مقدمات مقبولہ خصم تینون قسم کے دلائل لکھے گئی ہین اور سیاقت دلائل اصول منطقیہ پر نہین ہے

مثال

ہمارا یہ دعوی کہ مثلث متساوی الساقین قائم الزاویہ کے جس خط سی اُسکے

قاعدہ کی تنصیف ہوتی ہی اسی خط سی اسکے زاویہ قائمہ کی بھی تنصیف
ہوتی ہی اور وہ خط قاعدہ پر عمود بھی ہوتا ہی اور برابر نصف قاعدہ
کے ہوتا ہے

اب جبتک شکل ۵ ، اور ۱۱ ، اور ۳۴ ، مقالہ اول اقلیدس کو
تسلیم نکیا جائے کبھی یہ دعوی ہمارا ثابت نہوگا - پھر اگرچہ عقلی دلائل بھی
ہم وجوب نصب امام اور اسکی معصوم ہونے پر لکھین گے مگر توحید و عدل
اور نبوت کے تسلیم کے بعد وہ دلائل واجب التسلیم ہو سکتی ہین جیسا کہ اس
مسئلہ ہندسی مین گذرا -

مثال اول اغلاط منطقیہ ؛

عالم قدیم ہے - اور جو قدیم ہے وہ خود بخود موجود ہوا ہی - نتیجہ یہ ہوا
کہ عالم بھی خود بخود موجود ہوا ہے -

مثال دوم

عالم متغیر ہے - اور جو چیز متغیر ہی وہ حادث ہی - پس عالم بھی حادث ہی
یہی نتیجہ ہے -

ان دونو مثالون کو ہم نے اس غرض سی لکھا ہی کہ صاحب عقل سمجھ سکتا ہی

کہ دونو نتیجہ متناقض کیون پیدا ہوئے آئیندہ ہمارے دلائل اور ہمارے مخالف

کے دلائل مین اسی بات کی سوچنے کی ضرورت ہوگی اسکو یاد رکھنا ضروری ہے

یہ دونو مثالین اصول منطق مین خطا کرنیکے سبب غلط نتیجہ برآمد ہونیکی ہین۔

امام کسکو کہتے ہین

امام کے معنے سردار کے ہین یا پیشوا کے سردار کا ہونا اسکی ضرورت سے تو کوئی انکار

نہین کرسکتا ہی۔ سردار قوم سردار خانہ سردار قافلہ سردار فوج وغیرہ

وغیرہ یہ سب اقسام سردار کے عام اور خاص کی نزدیک مانی ہوے ہین اور یہ بھی

سبکے نزدیک مسلم ہی کہ سردار وہی شخص ہوتا ہی جو اپنے ماتحت لوگو مین سب سے

اُن کامون کی اور اُن خدمتونکی بجاآوری مین لائق ہو

پھر اگر کوئی ایسا آدمی ملجاے کہ جملہ امور انتظامی پر اسکو پورا علم اور پورا

تجربہ ہو اور کسی بات مین محتاج دوسرے کا نہو اس سے بہتر تو کوئی شخص

لائق سرداری کی نہوگا اور مجبوری جب ایسا آدمی نملے تو جہانتک ممکن ہی وہی

سردار سمجھا جائیگا جو اپنے ماتحتون مین سب سے زیادہ کارآزمودہ اور متدین

اور بے لوث ہو کہ اپنے ذاتی نفع کو خواہ اپنے عزیز قریب دوست احباب کی

نفع کو اغیار کے نفع پر مقدم نکرے۔

ایضاً خطاکاری اور بخیط ہو نہیں بھی ترجیح اُسی کو دیجاتی ہی جو خطا کم کرتا ہو اور اگر ایسا کوی ملجاے جسکی خطا کار نہونیکا ہمکو کسی ذریعہ سے یقین ہو پھر تو سرداری کا عہدہ خاص اُسیکی لائق ہی۔ عقل سلیم کا تو یہ ہی تقاضا ہی۔ اب ہی یہ بات کہ ایسا آدمی کوئی ہو بھی سکتا ہی جو کسی بات مین خطا نکری یہ مسئلہ ہماری موضوع بحث سے پہلی ثابت کرنیکے لائق ہی۔ علم کلام مین بحث نبوت کو دیکھو۔ اب یہان اسکو تسلیم کر لیجیے کہ ہان خدا کو قدرت ہی ایسے شخص کی پیدا کرنیکی کہ جو معصوم ہو۔ اور ہمارا خطاب چونکہ اس بحث مین جس گروہ کی طرف ہے (اہلسنت) انکو تو وجود معصوم سے انکار نہین ہی لہذا یہ مسئلہ ہمارا اور انکا اتفاقی ہی۔ جب ہی عام امور مین امام (سردار) کا ہونا ضروری معلوم ہو بایدی دینی امور مین (جو لوگ دین اور مذہب کی قائل ہین

امام کی تعریف بھی سُن لیجیے

پابند مذہب امام کسکو کہتے ہین

امام وہ آدمی ہی جسکو عام طور پر سرداری اور حکومت ہو امور دین اور دنیا کی اس دنیا مین بطور نیابت نبی کے اور وہی خلیفہ نبی بھی کہلاتا ہی۔

ہم لوگ یعنی گروہ شیعہ اور اہلسنت دونو امام اور خلیفہ اُسی شخص کو کہتے ہین جسکی

یہ تعریف اوپر گذری یہ بھی اتفاقی بات ہی۔

امام کی ضرورت اور وجوب

تمام زمانہ کے صاحبان عقل یا پابند مذہب ہون یا نہون امام اور سردار ضروری ہونے پر فی الجملہ متفق ہین سوائے چند فرقہ خوارج کے انکا یہ قول ہی کہ لا امرة الا للہ سوای خدا کے سرداری کسی کو زیبا نہین ہے جنکی نسبت جناب امیر نے فرمایا ہے کلمة حق یراد بہا الباطل سچی بات کہتی ہین مگر معنی اور مراد لینی مین غلطی کرتی ہین مطلب حضرت کا یہ ہی کہ سرداری بالاصالہ سوائے خدا کے اور کسیکو زیبا نہین ہی مگر خدا اپنا نائب کرکے کسیکو سردار بنا سکتا ہی تو اس نائب کی سرداری اصالةً نہوگی اصالةً تو وہی خدا سردار ہی

امام کا ہونا کسوقت ضروری ہی

اس مسئلہ مین بھی اہل اسلام کے تین فرقہ ہوگئے۔ پہلا فرقہ (شیعہ گروہ) یہ کہتا ہی کہ امام کا ہونا ہر وقت ضرور ہے۔

دوسرا گروہ ابوبکر اصم اور انکے اصحاب کا ہی وہ کہتے ہین کہ جسوقت اسلام پر حملہ مخالفانہ کا خوف ہو اور فتنہ اور فساد کے اثر ظاہر ہون اسوقت امام کی ضرورت ہی اور امن کے زمانہ مین اور جب آدمی تعلیم یافتہ شایستہ ہوکر باخود باعدل و انصاف سے کام لین

(اجماع اور کانفرس اور کمیٹی کرسکے۔)

اسوقت امام کی ضرورت ہی کیا ہی اس فرقہ نے بھی سچی بات کہی مگر مرادمین غلطی کی ہی اسلیئے کہ امن کا زمانہ جب ہی ہوگا کہ حاکم اور سردار خواہ اجماع اور پارلیمنٹ یعنی (ارکان کانفرس) اور ممبران کمیٹی اپنی تجویز اور حکمرانی مین خطا نکرین جس سے حق تلفی خلائق کی ہوجاے اور جب خطا کارونکا مجمع ہی اور جائز الخطا خود پرست ہین امن آمان کیونکر ہوسکتا ہی لہذا ایسی حاکم (امام) کی اسوقت بھی ضرورت شدید ہی جسکو بغلط امن امان کا زمانہ یہ فرقہ (یا ہم لوگ) سمجھ رہا ہی۔

ہم ذرا اور بھی توضیح اس مطلب کی اسی جگہہ کردین دیکھو قرآنمجید ہمکو ہدایت کرتا ہی ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس فساد دشت و دریامین آدمیونکی بدکرداری سے پیدا ہوتا ہی اگر امام (یا معصوم از خطا) موجود نہین ہی اس زمانہ مین حاکم اور رعایا دونو خطا کار ہین کبھی مدعی حق پر ہی اور حاکم غلط کاری سے ناحق فیصلہ کرتا ہی اور کبھی حاکم ٹھیک فیصلہ کرتا ہی مگر رعایا اسکو نہین مانتی اور کبھی دونو خطا پر ہین ان تینون صورتونمین تو امن امان کبھی ممکن نہین رہی چوتھی صورت کہ دونو حق پر ہون یہ شاذ و نادر کبھی کبھی ہوجاتا ہی اور امام کی موجودگی مین کبھی فیصلہ خلاف حق ہوہی نہین سکتا اور رعایا کا تمرد اور سرکشی یہ خلاف عقل ہروقت ہی اور اسوقت زیادہ

براہی کہ حاکم عادل معصوم موجود ہو اُسکی مخالفت مین تمام حجت الٰہی بخوبی ہو جاتی ہے اور یہ ہی منصب امام کا ہے۔

اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ وجود امام اور سلطان عادل کی ہر وقت ضرورت ہی امن کا زمانہ بھی جب ہی ہے امام موجود ہو اور امن سے مراد امن خطا سے جکم کر نہین ہی رہا امت کا نہ ماننا اشکال بہت سے مقدمہ سے ظہر الفساد ظاہر کر چکی تیسرا فرقہ بر مجلس ابو بکر اصم کی کہتا ہی کہ امن کے زمانہ مین امام کی ضرورت ہے اسلئے کہ جب آدمیون کی طبائع عدل و انصاف کو پسند کر رہی ہین اسوقت اطاعت امام کی احکام شریعت مین پوری ہو گی اور فتنہ و فساد کی زمانہ مین امام کی منصوب کر نیسے فساد زیادہ پیدا ہوگا اور کوئی امام کا مطیع نہوگا اس قول مہمل کا موجد فوطی اور اُسکی تابعین ہین تیسرے ہین انکی بی عقلی پر اور کیا کہون اسلئے کہ دور محال ہے تقدم شئی علی نفسہ لازم آتا ہے۔ کیونکہ امن واقعی جب ہی ہوگا کہ امام موجود ہو اور امت پوری اطاعت بھی کری لہذا وجود امام مقدم ہی وجود امن پر اور وجود امن مقدم ہی وجود امام پر بقول فوطی اب شکل اول سے نتیجہ یہ ہوا کہ وجود امام مقدم ہے وجود امام پر۔ اور شکل رابع سے یہ نتیجہ ہوا کہ وجود امن موقوف ہے وجود امن پر اسیکو اور صریح کہتے ہین جس سے تقدم شئی علی نفسہ لازم آتا ہے

(- امن و امان -)

خاص وعام کے خیالات مین امن وامان سے مراد یہی ہے کہ قتل نفوس غصب حقوق جرائم
کی کمی شیر وبکری ایک گھاٹ پر پانی پیئے حکام عدل وانصاف کے پیچھے اصول کے
پابند ہون رعایا مہذب اخلاقی تعلیم سے ہوکر اصول انصاف کی پابند ہو ﷺ بہشت
آنجا کہ آزاری نباشد کسی را باکسے کاری نباشد۔ ایسا زمانہ وہی زمانہ ہے
جسمین ایک بادشاہ حاکم خودپرستی اور خطاکاری سے بری ہون اور قانون الٰہی غیر متبدل
کو خوب سمجھکر اُسکی پابندی رعایا اور حکام سب کو یکسان ہو نفسانی خواہشین اجرای حدود
اور قصاص مین حاکم کو نہون ماتحت حکام جو حاکم اعلی کی ہین انکی نگرانی آخری درجہ
اپیل مین اسی حاکم سے متعلق ہو جو خطاکاری اور خودپرستی مراعات بیجا سے بری ہو
اور ٹھیک ٹھیک حکم اخیر دیتا ہو ایک نزاع اور جھگڑے مین یہ اُسکی خصلت ہو بس
یہی امن اور امان کا زمانہ ہے جسکو ہم ایک لفظ عام یعنی منحط اور معصوم حاکم سے تعبیر
کرتے ہین اگر ایسا نہین ہے کبھی پوری طور پر امن وامان نہوگی بلکہ سر ظلم اور غدر ہوگا
ہم زمانہ موجود کی مثال اخبارات ملکی سے دیسکتے ہین اور اوسط سالانہ ماہوار بلکہ
روزانہ دیکھیے کہ جن ممالک یورپ مین تہذیب کا زیادہ تر دعوی کیا جاتا ہے
اور امن امان کا زمانہ بغلط خیال کیا جاتا ہے۔ انھین ممالک مین کثرت جرائم
کا اوسط بھی بڑھ رہا ہے سبب کیا ہے وہی کہ ظہر الفساد یعنی انسان اپنی خودرائی

اور آزادی خیال سے قانون الہی کی جا اہل اسلام معصوم کے قول سے منحرف ہے اور اسی وجہ سے امام کا ظہور رکا ہوا ہے جسکی توضیح کتب کلامیہ مین ہے۔

امام اور خلیفہ نبی کا مقرر کرنا اُمّت کے اختیار مین ہے یا خدا اور نبی کے۔

اسی مسئلہ کی اختلاف سے اہل اسلام مین بڑا تفرقہ پڑ گیا اور جسقدر خرابیان دین محمدی مین پڑین اور فرقہ بندی لڑائی جھگڑے خونریزی تبدیل احکام شرعیہ تاویل قرآن اور حدیث جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے سب نتیجے اسی خراب عقیدہ کا ہے یہانتک تو ہے کہ باوجودیکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ خدائی اور خدا کی نیابت سے رسول نے ذرا ذرا سی بات ہدایت اُمت مین فروگذاشت نہین کی مگر اتنی بڑی ضروری بات یعنی خلیفہ رسول اور امام کی مقرر کرنے مین خدائی اور رسول نے بالکل سکوت کیا جسکی وجہ سے طرح طرح کی ضلالت اور گمراہی مین امت پڑ گئی اور اسی مسئلہ مین اختلاف رائے ہونے سے دوسرا مسئلہ یعنی امام اور خلیفہ کا معصوم ہونا اسمین بھی ایسا اختلاف اہل اسلام مین ہوا کہ وہی فرقہ جو خلیفہ خطا کار اور غیر معصوم ہونا تجویز کرتا ہے نبی اور رسول کا بھی معصوم ہونا اسکا بھی عموماً خواہ بعض امور مین منکر ہو گیا اور ضرور ہونا ہی چاہیئے اسلیئے

که جو کام نبی سے متعلق ہے اصالۃً وہی کام خلیفہ اور امام سے نیابۃً متعلق ہے فرق اسیقدر ہے که نبی پر شریعت نازل ہوئی ہے اور صاحب شریعت ہے اور خلیفہ اور امام اُسی شریعت کا تابع اور محافظ ہے۔

اس کتاب میں ہماری غرض انہیں دونو مسائل اہم اور ضروری پر بحث کرنی ہے لہذا دو باب یا دو حصہ اس کتاب کی ہم کرتے ہیں۔

پہلا حصہ (یا باب اول) اثبات میں اس بات کی که اختیار خلیفہ نبی اور امام ثانی کا نہیں بلکہ اس کام کی انجام وہی اصالۃً خدا سے اور نیابۃً نبی سے متعلق ہے اور اس دعوی پر دلائل عقلیہ و نقلیہ موجود ہیں۔ دوسرا حصہ (باب دوم) خلیفہ نبی یا امام کا معصوم ہونا براہ عقل اور نقل واجب ہے

تنبیہ ضروری

باب اول میں علامہ نے ۲۹ دلائل لکھے تھے۔ اور ہم نے ۱۳ سو دلائل کا اضافہ کر کے جملہ ۴۰ دلائل پوری کر دئے

(۲) جو دلیل علامہ کی ہے۔ اسمیں دو ہندسہ اوپر کا ہندسہ ترتیب کتاب کا اور نیچے کا ہندسہ شمار اصل کتاب کا۔ مثلاً ۱۴/۲۱ یعنی اصل کتاب الفین کی یہ اکیسوین دلیل ہے اور اس رسالہ کی چودھوین یا ۳۵/۱۰ اصل کتاب کی دسوین دلیل ہے اور یہ تجویز اسواسطے

کی ہی کہ ناظر کتاب ہذا کو لفظین عربی مین تلاش کی زیادہ زحمت نہو ۳ ترتیب بین ادلّٰت اول بھی کردیا ہی اسلئے عام فہم دلائل کو پہلے اور دقیق کو پیچھے لکھا ہی۔

(۴) چونکہ اصل کتاب چھاپہ طہران غلط زیادہ تھی اور دوسرا نسخہ صحیح دستیاب نہوا لہذا بعض مقامات کا ترجمہ قیاسی کردیا ہی اور بعض جگہہ دو دو اور تین طرحسے ترجمہ کیا ہی تاکہ اصلی غرض جناب علامہ رح کی پوری ادا ہوجاے ایسے مقام پر اشارہ بھی کردیا ہی

(۵) بعض مقامات مین جو فرو گذاشت جناب علامہ رح سے ہوگئی تھی خواہ میری قصور فہم سے اصلاح طلب تھین انکو اپنی تجویز سے پورا کردیا ہی اگر مجھسے غلطی ہوی ہو تو ناظرین معاف کردین ؎ فان الجواد قد یکبو ۔ وان النار قد تخبو ؎ وسمیت انسانا لانک ناس۔

باب اول

خلیفہ نبی یا امام کا مقرر کرنا امت کی تجویز سے نہین جائز ہی۔ بلکہ یہ تجویز خدا اور رسول کے لائق ہی۔

دلیل اول امام اور خلیفہ کی تعریف جب آپکو معلوم ہوچکی اُسکا صاف مطلب یہی ہی کہ خلیفہ جملہ امور دینی اور دنیوی مین ہمیشہ حاکم ہی اور اسکی اطاعت ہمیشہ مثل اطاعت

خدا اور رسول کی واجب ہی اور اسیوجہ سے خدا نے اسکو اولی الامر کا خطاب
دیا ہی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور دوسری آیت مین اسکو
ولی کا خطاب دیکر فرمایا ہی انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الایۃ اس آیت
سی بھی خدا اور رسول اور امام کی اطاعت اسیطرح ثابت ہوئی جیسے پہلی آیت
سے پھر چونکہ خدا اور رسول کی حکومت خلائق پر عام طور سے ہی یعنی کوئی مخلوق
ایسا نہین ہے جو خدا اور رسول کا محکوم نہو اسیطرح سی امام اور خلیفہ
نبی کا بھی عام طور سے حاکم ہونا اور جملہ امور کی حکمرانی مین اپنی رعایا
اور محکومین سی افضل ہونا یہ بھی ویسا ہی ضروری ہی جیسا اسکا تقرر
ہونا ضروری ہی۔

(۳) حاکم وہی شخص ہی جو کسی امر مین اپنی رعایا کا محکوم نہو اور نہ کسی امر مین
رعایا کے مشورہ اور تجویز کا محتاج ہو۔ پھر اگر کسی امر مین رعایا کا محکوم ہوگا وہ حاکم
عام نرہیگا بلکہ اُس امر مین رعایا حاکم ہوگی اور وہ تابع اور محکوم رعایا کا ہوگا
اور امام ہم اسکو کہہ چکی جو ہر امر مین حاکم رعایا پر ہو یہ کیونکر ہوسکتا ہی کیونکہ
ہمارا بنایا ہوا خلیفہ ہمارا محکوم ہی۔

(۴) ایسا آدمی جسکو تمام امت پر حکومت عام طور سی ہو اسکی لیاقت یا تو رعایا کے

ہر فرد بشر کو یہی یا چند اشخاص کو دونو صورتون مین رعایا محتاج امام یا سلطان
واحد کی نہین ہی۔

اسلئے کہ محتاج تو آدمی ایسی امر مین دوسرے کا ہوتا ہی جسکو وہ خود کر نہ سکے یا اسکو
جان نہ سکے اور جب کہ فرد بشر لوازم امامت کو جانتا ہی اور کر سکتا ہی پھر ہر شخص جملہ صفات
اور لوازم امامت اور سلطنت مین امام کی برابر ہی آپ ایک شخص کو تمام امت پر
حاکم بنانا اور سبکو اسکا محکوم بنانا یہی ترجیح بلا مرجح کہلاتی ہی اگر چند اشخاص
ایسی ہین کہ تمام صفات امامت انمین موجود ہین پھر انمین سی ایک کی تخصیص
عہدہ امامت کی کیون مسلم ہوگی بلکہ نائی کی برات مین سب ٹھاکر ہی ٹھاکر
اور اگر چند اشخاص مین جدا جدا صفات امامت ہین تو پھر وہ اجلہ شناخت امام
مین ناقص اور محتاج دوسرے کا ہی کسیکی شناخت پوری نہوئی پھر خلیفہ کیا کر سکتا ہی
علاوہ بران شناخت اس امر کی کہ فلان شخص جامع جمیع صفات امامت ہی۔
یہ اس امر پر موقوف ہی کہ ان سب امور لوازم امامت کو ہم جانتی ہین۔
ایضاً یہ بھی ہمکو معلوم ہو کہ زید مثلاً جامع جمیع اوصاف امامت ہی اور کبھی زید
سی ایسا قول یا فعل صادر نہوگا جو عدل اور انصاف اور درستی نظام سلطنت
امامت کی خلاف ہوئے یا اسکو معلوم ہو سکتی ہی جو تب عوام امور پر پوری واقفیت

رکھتا ہو (عالم الغیب)

لہٰذا اگر فرض بھی کیا جائے کہ اُمت میں دو چار دس بیس آدمی ایسے صاحب علم اور
وادراک ہیں کہ زید کی قابلیت امامت کو پہچان لیں مگر اس امر کا علم اُنکو کہ زید کبھی
خلاف عدل اور انصاف نکریگا نہیں ہو سکتا ایسی حالت میں اگر زید کو اپنا امام بنا لیں
اور اُس سے خلاف عدل اور انصاف کوئی فعل یا قول صادر ہو اب فرمائیے کیا ہوگا
ہوتا کیا یہی ہوگا کہ زید (عثمان) کو معزول کرو اور دوسرا خلیفہ بنادو۔ دوسرا
بنادو یا تیسرا بلکہ ہزاروں خلیفہ بنادو اور بدلتے رہو جبتک وہی شخص عالم الغیب
اسکو (خدا یا نبی) اپنا خلیفہ کسیکو نہ بنائیگا یہ جھگڑا بدنظمی امور دینی اور دنیوی کا
برابر چلا جائیگا اور غرض مطلوب کا پورا ہونا کبھی یقینی نہوگا۔

دوسری دلیل

(۲) خلافت نبی اور امامت کو وہی لوازم اور اسباب درکار ہیں جو اُس نبی کو درکار
تھے جسکا یہ خلیفہ ہے فرق اصالۃ اور نیابۃ کا ہے۔

چونکہ انبیا علیہم السلام دو قسم کے تھے بعض کی بعثت خاص کسی قوم یا شہر پر
تھی اور بعض کی بعثت عام کہ جن اور انس اور وحش و طیر وغیرہ مخلوقات الٰہی پر
ہمارے نبی خاتم الانبیا صلعم بھی اسی قسم کے نبی تھے دیکھو سورہ جن کو قران مجید میں

اور پڑھو تاریخی حالات حضوری حیوانات کو اور اُنکی حاجت روائی اور النسی پیش آمدہ ہمارے نبی کی اور علم منطق الطیر کا حضور کو ہونا اور انسان کی زبانہائے مختلفہ کو سمجھنا اب ایسے اولوالعزم نبی کا خلیفہ اور نائب اُسیکو ہونا سزاوار ہے جو ان سب امور کو زمانہ غیر موجودگی نبی مین انجام دیسکے اب اگر تمام دنیا کی آدمی اجماع کرکے کسیکو خلیفہ ہمارے نبی کا بنائین ان امور کی بجاآوری کی لیاقت کسی فرد بشر مین انکو کیونکر معلوم ہوسکتی ہی سوائے اُسی خلیفہ اور امام کی جسکو نبی نے بحکم خدا اپنا خلیفہ بنایا ہو جن اور حیوانات کے واقعات کو جانے دیجئے حضرت شہربانو کا قصہ جب بندی عجم کے آئی ہے اور اپنی زبان فارسی مین جناب شہربانو نے کچھ یزدجرد کے حق مین کہا خلیفہ صاحب سمجھے کہ مجھے سخت و سست کہہ رہی ہین اور قریب تھا کہ کوئی تشدد اُنکی نسبت کیا جائے خیریت گذری کہ حضرت سلمان فارسی رض موجود تھے اُنھون نے ترجمہ کرکے سمجھایا تب خلیفہ صاحب کا غصہ فرو ہوا مگر حضرت سلمان رض کو علم منطق الطیر نہ تھا کہ ہر وقت ضرورت حیوانات اور پرند کی زبان کا ترجمہ کرتے۔

اسیطرح ہند اور چین وغیرہ کے لوگ ہمارے آئمہ علیہم السلام کی خدمت مین آتے تھے اور اُنھین کی زبان مین اُنکے سوالات کا جواب ملتا تھا عبرانی۔ اور سریانی زبان مین کتب مقدسہ آسمانی سے استدلال یہود و نصاری اور صابئین پر یہ سب کچھ انھین خلفاء

سے انجام پایا تھا جنکو خدا نے امام اور نائب رسول بنایا تھا اور امت کے بنائے خلیفہ ایسے مواقع مین پا در گل ہوکر انکی خلافت کا برغلط ہونا بخوبی سب پر ظاہر ہوجاتا تھا یہ دلیل اگرچہ واقعات پر مبنی ہے مگر اصل اسکی محض عقلی ہے کہ نائب کو منیب کو عہدہ کے لوازم اور اسباب کا اپنی ذات مین موجود رکھنا شرط ضروری ہے۔

تیسری ۳ دلیل

(۳) خلیفہ بنانا تمام امت پر واجب ہونیکا عقیدہ جو اہلسنت کو ہے یہ واجب عینی ہے یا واجب کفائی اور اسکا برتاو بھی خلف صالح خیر القرون صحابہ بلکہ خلفائے ثلثہ نے کیا یا نہین کیا ہے جنکی خلافت کے صحیح ہونیکی غرض سے یہ عقیدہ باطلہ اہلسنت نے اختیار کیا ہے انھون نے خود اس عقیدہ کو اپنے فعل سے باطل کردیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل پہلے ہم کرلین بعد اسکے پھر اس عقیدہ فاسدہ کا ابطال کرین۔

ابن اثیر جزری نے اپنی تاریخ کامل مین سنہ ھ کے حالات مین لکھا ہے جب معاویہ نے مکہ معظمہ مین یزید کیواسطے بیعت لینی چاہی عبادلہ (چار شخص جنکا نام عبداللہ تھا) کو جمع کیا اور انمین امام حسین بھی تھے چارون نے بالاتفاق عبداللہ بن زبیر کو معاویہ سے رد و قدح کرنیکی رائے دی۔ عبداللہ بن زبیر کہنے لگے کہ تین طریقون مین سے آپکو (معاویہ کو) اختیار ہے جو پسند ہو اسکو اختیار کیجئے (یا وہ کیجئے جو رسول اللہ صلعم

نے کیا ہے کہ آپنے کسیکو اپنا خلیفہ نہین بنایا اور امت نے ابوبکر کو پسند کیا (غلط ہے فقط حضرت عمر نے) (۲) وہ کیجیے جو ابوبکر نے کیا کہ عمر کو اپنا خلیفہ بنایا۔ باوجودیکہ صحابہ چلاتے رہی کہ ہم پر ایسے سخت آدمی کو حاکم نہ کیجیئے (۳) یا وہ کیجیے جو عمر نے کیا کہ مشورے پر اسکو چھوڑ دیا معاویہ نے کہا بس اور کسی کو کچھہ کہنا ہے سبھون نے کہا کہ نہین تب معاویہ نے اپنے سرہنگ بیگی سے کہا تلوار ننگی کر کے چارون کی گردن پر کھڑے ہو کر انکو حریم کعبہ مین لیجا کر یزید کی بعیت لے اور کہدیا تھا کہ جو کوئی انمین سے لا اور نعم بولے تو اسکا سر تلوار سے اوڑا دینا۔

آب یہ چوتھا طریقہ خلیفہ بنانیکا ہی آب کہئی آپکا عقیدہ کہ امت کو اختیار ہی اجماع کر کے خلیفہ بنائی اسکا کیا ہوا اور کس خلیفہ کی نسبت ہوا اور آپکی خلفائی راشدین (بلفظ تثنیہ) خود ہی آپکے عقیدہ کو باطل کر گئی یا اپنی خلافت کیطرح آپکے عقیدہ سی مخالفت کر کے باطل کر گئی ہمارے دونو تو ٹھیک ہی ہی اگرچہ واقعات اور چیز ہین اور دلیل اور چیز ہی مگر دلیل اتنی تو ضرور واقعات سی پیدا ہوتی ہی اور ہمکو اس عقیدہ کا باطل کرنا ہی مطلوب ہی پھر چونکہ یہ واقعہ تاریخی متواترات سی ہی جسکی واقع ہونیمین کسیطرحکا شک و شبہہ نہین ہی لہذا ابطال اختیار امت کے

پوری دلیل ہے۔

شبہہ اہلسنت۔

خلافت خلفائے ثلثہ کی کسیطور سے اسکی ابتدا ہوئی مگر جب امت نے اسکو تسلیم کر لیا بس اختیار امت ثابت ہو گیا۔

جواب

خلیفہ بنانا جو کل امت پر آپ واجب کرتے ہین یہ اور بات ہے اور بنائے ہوئے کو قبول کر لینا یہ اور بات ہے اب تو آپکو یہ عقیدہ کرنا چاہیے کہ خلیفہ کسیطرح سے بنایا جائے امت کو اُسکا قبول کر لینا واجب ہے اس عقیدہ مین اور عقیدہ اختیار مین بڑا فرق ہے۔

چوتھی دلیل

(۴) امت کو خلیفہ بنانیکا اختیار اسکے کیا معنی ہین انکو سمجھ لینا ضرور ہے تخت کا بنانا۔ یا گھر بنانا۔ کوئی چیز بنانی فرض کرو اسکے معنی تو یہ ہی ہین کہ اسمین ہمارے کرنیسے وہ بات پیدا ہو جاے جو اُس شے کے بنجانیکو کافی ہو۔

تخت بنانیمین کبھی تو اُسکے اجزا پٹی پایہ تختے بنے بنائے ہوئے ہم انکو فقط جڑ دیتے ہین اور کبھی اُن اجزا کو بھی ہم بناتے ہین اور انکو جوڑ کر تخت بھی ہم بنا لیتے ہین۔

پہلی صورت مین جو لوازم اور اسباب اور اجزا تخت کے بنے ہوئے ہین وہ بنے بنائے ہوئے ہمکو ملتے

فقط جڑ دینا ہمارا کام ہوتا ہی اسوقت تخت کا بنانا کسیقدر تو ہمارا کام ہے او
بہت کچھ اجزا تخت کیل کانٹا پتر اور پایہ تختہ وغیرہ لوہار اور نجار کا بھی کام ہی
- اب خلیفہ نبی کا بنانا جو ہمارے اختیار مین ہی وہ بس طریقہ سی منجملہ دو طریق
مذکور بالا سیح ہی - اگر لوازم اور اسباب خلافت اُس خلیفہ مین کسی اور نی مہیا کردی ہین
اور ہمنی اُن لوازم اور اسباب کو کسی شخص مین موجود پاکر اسکو نبی کا خلیفہ بنایا یعنی
اسکو اپنا حاکم تسلیم کرلیا پھر تو ہمنی اپنی کو اسکا محکوم بنایا اُسکا حاکم ہونا یہ ہماری اختیار
سے ہوا اسکی موصوف بخلافت ہونی مین ہماری اختیار کو کچھ دخل نرہا - اور
اگر خلیفہ بنانی سے دوسری صورت مراد ہی کہ لوازم اور شروط اور اوصاف خلافت کو بھی
اُسمین ہمنی پیدا کردیا جیسے تخت کی پٹی پائی کیل پتر بھی ہم بنائین اور تخت
کو جڑ بھی دین یہ مذہب تو کسیکا نہین ہی - اب معلوم ہوا کہ خلیفہ بنانی کا اختیار ہمکو
نہین ہی بلکہ اسکی مطیع اور فرمانبردار بنی کا اختیار ہمکو ہی اور بغلط اسکو یون
ظاہر کیا جاتا ہی کہ خلیفہ ہمارا بنایا ہوا ہی اور ہمکو اسکی بنانیکا اختیار ہی -

مثال

زید مین جسقدر اوصاف امامت اور خلافت نبی کی ہین سب موجود ہین ہماری
تعلیم یا تربیت سی نہین بلکہ اُسکی ذاتی کردار سی یا خدا کی دین سی دو نو صورتون مین

ہماری بنانی سے زید قابل امامت نہین ہی اسپر ہمارا اور اہلسنت کا اتفاق ہے اب جھگڑا کیا ہی ہم کہتی ہین کہ خدانی جسطرح زید کو اس قابل بنایا اسکی امام ہونیکی تصریح بھی کردی اور اہلسنت کہتی ہین کہ عام طورسی امام کی صفات کو خدانی بیان فرمایا تصریح نہین کی ہمکو اختیار دیا کہ تم پہچان کر جسمین یہ صفات ہون اسکو امام بنادو اب دیکھیے گا یہ جھگڑا کیسا ہی در اصل کچھ بھی نہین اور اطمینان پورا کسکے عقیدہ مین ہی

پانچوین دلیل

(۵) ہمارا بنایا ہوا خلیفہ یا امام اسکی مثال ٹھیک وہی ہی جو قرآن مجید مین ہے اتعبدون ما تنحتون واللہ خلقکم وما تعملون تم اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی اور تراشی ہوئی بتون کی عبادت کرتی ہو اور خدانی تمکو پیدا کیا اور جس پتھر کے تم بت بناتی ہو اسی بھی پیدا کیا ہی۔

مراد یہ ہی کہ جن بتونکو تم بناتی ہو۔ انکو اچھا اور سڈول اور برا اور بیڈول بنانا تمھاری اختیار مین ہی۔ اور توڑنا اور بگاڑنا سیدھا رکھنا الٹا رکھنا لٹانا اور کھڑا رکھنا ہر امر مین وہ تمھاری محکوم ہین پھر کیونکر وہ تمھاری معبود حاکم ہوسکتی ہین۔

معبود برحق (خدا) وہی ہی جسنے تمکو بنایا اور اُس پتھر وغیرہ کو بنایا جس سے تم بت بناتی ہو اس آیت سی بخوبی ثابت ہوگیا کہ ہمارا بنایا خلیفہ کبھی ہمارا حاکم نہین ہوسکتا ہی بلکہ امام وہی ہی جسکو خدائی تعالیٰ نے بنایا **چھٹی دلیل**

(۶) موٹی بات ہی کہ جس شخص کو ہم کسی کام پر مقرر کرسکتے ہین اسکو برطرف بھی کرسکتے ہین یعنی عزل اور نصب کا اختیار ہمکو یکسان ہی۔ امام ایسا شخص نہین ہی کہ بعد منصوب ہونی کے معزول ہوسکی اور اگر ایسا ہی کہ ہمکو اسکو امام بنانی اور امامت سے برطرف کرنیکا اختیار ہی وہ امام آقا ٹھہرا کہ غلام اور نوکر فرمان بردار

ساتوین دلیل (۷) اگر امت (رعایا) کو امام بنانیکا اختیار ہی اور امت کی قبائل جدا جدا ہین تو ہر ایک قبیلہ کو اپنی ہی قبیلہ سی انتخاب امام کا اختیار ہی اور اسی اختیار کی وجہ سی ہر شخص کہسکتا ہی منا امیر و منکم امیر اور یہی شور شورا ہی سقیفہ مین ہوا چلنے اور نہ چلنی کی بات اور رگیدھون دھون کی اور یہی حضرت عمر کو سوجھ گئی کہ جھٹ پٹ (فلتۃً) حضرت ابوبکر سے بیعت کرلی پھر اس جھگڑے کا طی کرنی والا کون ہی اور فرض یہ ہی کہ سب خطاکار اور نفسانفسی مین گرفتار ہین لہذا انتخاب صحیح جو سبکی اتفاق رائی سی ہو کبھی نہوگا اور ہمیشہ جوتی پیزار کا سامنا رہیگا۔

دلیل اٹھوین

(۸) امت نے بالفرض اگر کثرت رائے سے کسیکے امام بنانی پر اتفاق بھی کرلیا تو آیا
یا تو اسکی اطاعت کو عام طور سے بلا شرط منظور کیا ہے یعنی نیک اور بد سیاہ اور سپید
کا پورا اختیار اسکو دیدیا ہے۔ یا اختیار مشروط ہے یعنی بشرطیکہ خلاف خلق اور خلاف
انصاف کوئی امر اس سے واقع نہو عمداً یا سہواً۔

بلا شرط تو کبھی دی نہین سکتی اسلئے کہ زید معصوم نہین ہے قدم قدم پر خطاوار ہے۔
لہذا ضرور ہے کہ شرطیہ اسکی امامت رہے اور ہر وقت خلیفہ آپکو معرض برطرفی مین سمجھیگا
جیسے ہمارا خدمتگار ملازم ہوتا ہے۔ اچھی امامت ہوئی اور اچھی امام کیا کہنا سبحان اللہ
لہذا ضرور ہوگا کہ خلیفہ کے فعل اور قول کی نگرانی کیواسطے ایک کانفرنس یا پارلیمینٹ
مجلس شوری ہمیشہ قائم رہے کہ اسکی تجویز سے خلیفہ اوامر و نواہی کا نفاذ ہوا کرے
اب فرمائیے خلیفہ امام ہے یا یہ کہ پارلیمینٹ اور کانفرنس امام ہے۔

اسی جگہ مجھے یہ بھی کہنے کا حق ہے کہ امام صاحب کی نگرانی جس کانفرس سے متعلق کیگئی ہے
اسکا ہر ایک ممبر ہے مثل امام صاحب کے خطاکار ہے اور خطاکار اگر لاکھ جمع ہون سب
خطاکار رہین بقول سعدی ؎ خفتہ را خفتہ کی کند بیدار۔

ہان اگر یہ کہو کہ دو غلط ملکر ایک صحیح بنتا ہے اسکی اور بات ہے

(دفع شبہہ)

جمہور کی ترجیح دینے والے اعام فریبی کی وجہ سے یہ بھی دلیل پوچ اور لچر پیش کرتے ہین
کہ مجمع کا حکم ہر فرد کی حکم سے جدا ہوتا ہے۔ دیکھو چار آدمی ملکر ایک بوجھل تخت اٹھالیتے
ہین اور چارون جدا جدا اسے ہرگز نہین اٹھا سکتے (۲) سو تار کا ڈور اکٹھا ہوا
بٹا ہوا بڑے زور آور سے نہین ٹوٹ سکتا ہے اور ہر ایک تار جدا جدا کو کمزور بچہ توڑ سکتا ہے
ازین قبیل اور بھی چند مثالین پیش کرکے کہتے ہین یہی حال پارلیمنٹ اور کمیٹی کا ہے
کہ اگرچہ ہر واحد خطا کار ہے مگر مجموعہ خطا کار نہین ہے بلکہ اجماع معصوم خطا سے ہے
اہل اسلام کا وہ فرقہ جو اجماعی خلافت کا قائل ہے وہ بھی اسی دلیل کو پیش کرکے
نقلی دلیل ایک حدیث ہمارے نبی کی پیش کرتا ہے لا یجتمع امتی علی الضلال
میری امت گمراہی پر اجماع نکریگی۔

پہلے ہم اُس عقلی دلیل پر اگر منصفانہ نظر کرین تو اسکی لغویت بخوبی ظاہر ہوجاوے
اسلیئے کہ اولاً تو مثال ممثل لہ سے مطابق نہین اسلیئے کہ نظیر مین زور جسمانی مفروض ہے
اور جسکی واسطے نظیر لائے ہین اسمین قوت روحانی اور عقلی درکار ہے۔ اجتماع زور جسمانی و
اجتماع قوتہائے عقلیہ میں تشبیہ دینا اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا سراسر لغو ہے
کیا کسی شخص کی عقل کو ہم نصف یا چہارم درجہ پر دوسرے کی عقل سے کہہ سکتے ہین

یاکسی کی عقل کو چہار چند دوسرے کی عقل سے یا مجموعہ عقول کو عقل واحد سے بڑا کہہ سکتے ہین ہرگز نہین۔

دوسرے یہ بات ہے کہ تحت اٹھانے کی مثال اصول جر ثقیل سے یہ ثابت کرتی ہے کہ اسکے اٹھانے مین جتنی طاقت درکار ہے اگر ایک آدمی مین اتنی طاقت ہو تو تنہا اٹھالیگا اجتماع کی ضرورت نہین۔ دیکھو دخانی انجن پانسو گھوڑے کی طاقت کا تنہا اتنا بوجھ اٹھالیتا ہے جتنا کہ پانسو گھوڑے یا ہزار ادمی ملکر اٹھائین لہذا معلوم ہوا کہ اجتماع کی ضرورت اس زور کی پورا کرنیکی وجہ سے ہے اگر وہ زور پورا ہوجاے ایک اور دو اور سو اور ہزار سب برابر ہین۔

یہی حال مفتولی ڈوریکا ہے کہ جتنا زور اسکی توڑنے مین درکار ہے۔ اگر ایک ادمی مین ہو یا دو آدمی مین اتنے ہی زور سے ٹوٹ جائیگا۔

لہذا مجموعہ کا حکم بلحاظ اشخاص بدلنا یہ بات نہی بلکہ محض دھوکہا ہوا سمجھنے مین ہان ایسی بھی صورتین ضرور ہین جنمین مجموعہ کا حکم افراد کی حکم سے جدا ہوتا ہے جسکی پوری تفصیل فلسفہ امور عامہ الہیات مین ہے۔ پھر جب امور جسمانی مین بھی یہ حکم عام نہین ہے۔ تو عقلی اور روحانی امور مین اسکا قیاس کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہان راجہ بھوج (عقل) اور کہان گنگوا تیلی (قوت جسمانی)۔

اب رہی حدیث مقدس وہ کلام حکیم ربانی صلعم کا ہی اور نہایت صحیح ہی اُسکا
مطلب یہ ہی کہ تمام امت محمدی کا اتفاق ضلالت اور گمراہی پر نہوگا اور اسکی
تفسیر دوسری حدیث مین فرمادی ہی کہ تہتر فرقہ میری امت مین ہونگے سب جہنمی
ہین سواے ایک فرقہ کے۔

اب دیکھیے کہ سب امت کا اتفاق ضلالت پر نہ رہا بہتر گمراہ ہین ایک راہ راست پر ہی
یہ مطلب نہین کہ جس امر پر میری امت کے چند اشخاص اجماع کرین وہ امر ضلالت
ہوگا ورنہ ہر ایک فرقہ ضالہ کا اپنے مذہب پر اجماع ہی اور محض گمراہی پر اجماع ہے

نوین دلیل

9/9 امام اور خلیفہ نبی بنانیکا اختیار اگر انسانی اجماع کو ہی اسکی چار صورتین
ہو سکتی ہین (۱) تمام دنیا کے جتنے آدمی ہین جب سب کا اتفاق ہو جاے کسی کی
امامت پر تب وہ امام ہو سکتا ہی اور یہ یا تو محال ہی اور کبھی واقع بھی نہین ہوئی اور
نہ کسیکا یہ مذہب ہی (۲) ایک جماعت کثیر کا اتفاق اور اجماع ہو اب جماعت
کثیر کا کوئی شمار مقرر ہونا ضرور ہے یہ بھی باطل ہی اسلئے کوئی دلیل اسپر قائم نہین ہی
کہ پچاس یا سو یا ہزار کا اجماع تقرر امام اور خلیفہ مین درکار ہی اور نہ کسیکا یہ مذہب ہے
رہی یہ بات کہ جسقدر زیادہ اشخاص کا اجماع ہوگا تجویز اور تعیین مین امام کے خطا کا

احتمال کم ہوگا اسکا تو مقتضے ایہ ہی کہ سیکڑون برس اسی کا انتظار کرتی رہیں
امام اور خلیفہ کے بیٹھی رہو یہ تو اول سے زیادہ لغو ہی۔

(۳) یہ کہ کوی عدد خاص معین نہین ہی کہ اسکی پوری ہو جانیسے اجماع متحقق
ہو جاے یہ تو سب سے زیادہ لغو ہی۔

(۴) صورت یہ ہی کہ ایک کمیٹی پہلے اسکی بنای جاے جو اہل عقد یعنی ممبران کمیٹی انتخاب
امام اور خلیفہ کر کے مقرر کرین۔

اب اس کمیٹی کے قائم ہونے پر بھی ہم وہی سب باتیں کہینگی جو امام کی مقرر کرنیکے
اجماع پر لکھ چکے اور سب اعتراضات اس پر بھی وارد کرینگے۔

دسوین دلیل

(۱۰) قال اللہ تعالی وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ
امرا ان یکون لہم الخیرۃ فی امرہم کسی مرد مومن یا زن مومنہ کو اپنے امر
(دینی یا دنیوی) مین اسوقت اختیار نہین جبکہ خدا یا رسول اسمین کوئی حکم
جاری کردے۔

پھر چونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا ہم اپنی ہی فوائد دینی اور دنیوی کیواسطے کرتے ہین
لہذا تجویز خلیفہ کا مسئلہ بھی اس آیتہ کی تحت مین داخل ہی۔

اب ہم پوچھتے ہین کہ خلافت اور امامت کی نسبت یا تو خدا اور رسول نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم لوگ کچھ اسکی نسبت خیال نکرین بلکہ امامت کے خیال کو ترک کرین اسوقت پھر ہمکو کیا اختیار باقی رہا کہ خدا نے تو ہمکو منع کر دیا ہے اور ہم برخلاف حکم خدا و رسول کے کمیٹی اور اجماع کرکے خلیفہ بناتے ہین۔

(۲) یا ہمکو حکم دیا ہے کہ تم اپنی رائے سے جسکو چاہو نبی کا خلیفہ بنالو آپ لائے پیش کیجیے کوئی آیت یا حدیث جسمین خدا یا رسول نے ہمکو یہ اختیار دیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ہرگز ایسی کوئی حدیث یا آیت نہین وارد ہے اور کیونکر وارد ہوتی جسکی خرابیان ہم اور وجوہ عقل لکھ چکے اور دلیل مین جو آیت سے ابو الحسین کا استدلال آتا ہے اسکو بھی ہمنے باطل کر دیا ہے (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ خدا جسطرح اور مسائل و احکام جاری کرتا ہے خلیفہ اور امام بھی اُسنے مقرر کر کے ہمکو حکم اسکی اطاعت کا دیا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ خلیفہ رسولخدا اور نبی نے ضرور مقرر کر دیا ہے اور ہمکو اختیار خلیفہ نبی بنانیکا ہرگز نہین دیا ہے خلافت نبی کی ہماری عقیدہ مین تو اصول دین مین داخل ہے اور اہلسنت کی نزدیک اگرچہ اصول دین مین نہین ہے مگر بڑا اہم اور ضروری مسئلہ مسائل دنیہ مین سے ہے پھر حسب خدا اور رضا کی رسول نے چھوٹے چھوٹے مسائل دینیہ کی ہدایت اور انکی نفاذ مین کمی نہین کی تو ایسا بڑا اہم مسئلہ اسمین کمی کرکے

ہماری ناقص عقول پر اُسکا حوالہ کردینا ہرگز کسی کی عقل ایسا الزام خدا اور رسول کو نہیں دے سکتے۔

بارھویں دلیل

(۱۲) اگر خلیفہ نبیؐ کا بنانا ہماری اختیار میں خدا کردیتا جو کیسا بڑا اہم مسئلہ ہے تو پھر اور مسائل جو اسقدر اہم اور ضروری نہیں ہیں انمین سے بھی بعض مسائل کو ہماری تجویز پر چھوڑ دیتا حالانکہ ہمکو کسی آسان مسئلہ مین بھی اختیار نہیں دیا۔

تیرھوین دلیل

(۱۳) جو لوگ خلیفہ نبی کا بنانا امت کی اختیار مین کہتے ہین انکا یہ بھی قول ہے کہ چند لوگ ایسے لائق فائق خلیفہ بنانے کیواسطے درکار ہین جنکو اہل حل وعقد کہتے ہین جو خلافت کے لائق اور نالائق کو پہچان کر جسکو سب کے نزدیک اس عہدہ کی لیاقت ہو اسیکو خلیفہ بنائین ظاہر ہے کہ ایسے لوگ فی علم اور دانائی امور خلافت سے اگر خلیفہ افضل نہونگے تو برابر علم اور معرفت مین خلیفہ کے ضرور ہونگے۔ مگر اہل حل وعقد کو اس فرقہ کے نزدیک بھی امور امت مین تصرف کرنیکا اختیار نہین مطلب یہ ہے کہ احکام شرع کا جاری کرنا اہل حل وعقد کی اختیار مین نہین ہے۔ پھر کیسی نادانی کی بات ہے کہ احکام شرع کا جاری کرنا تو انکی اختیار مین نہو اور حاکم شرع کا مقرر کرنا جو

احکام سے اہم ہے اسکا اختیار انکو ہو۔ کوئی نادان سا نادان بھی انکو تسلیم کر سکتا ہے اسلئے کہ اگر اہل حل و عقد خلیفہ مصنوعی سے افضل ہین اور انکو اختیار اجرائے احکام شرع کا نہین ہے پھر اُنسے کم لیاقت والیکو کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ خلیفہ مصنوعی کے برابر ہین پھر خلیفہ کو ترجیح کسوجہ سے ہوگی۔ آپ کہینگے کہ اجماع کی اجازت سے ہوگی۔ ہمین کہونگا جس چیز کا اختیار اہل حل و عقد کو نہ تھا اسکی اجازت دینی انکو کیونکر جائز ہوگی اسلئے کوئی آدمی اپنے اختیار سے باہر فعل نہین کر سکتا ہے۔

چودھوین دلیل

(۱۴) امام خلیفہ خدا اور خلیفہ رسولخدا ہوتا ہے اب اگر امام بنانا امت کے اختیار مین ہو تو وہ خلیفہ خدا اور رسول کا نہوگا بلکہ امت کا خلیفہ ہوگا اسلئے کہ خدا اور رسول نے اسکو اپنا خلیفہ نہین بنایا اور نہ امت کو حکم دیا کہ ہمارا خلیفہ یہی ہے جسکو امت خلیفہ بنائے۔ اور امت کا خلیفہ بھی یہ شخص نہین ہو سکتا اسلئے کہ ساری امت خلیفہ رسول اور خلیفہ خدا کہتی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا اور رسول ہی نے اسکو خلیفہ بنایا ہے اگر آپ کہین کہ ہمارا بنایا ہوا خلیفہ خدا اور رسول کا خلیفہ اسوقت ہو جائیگا جب ہم کسیکو خلافت خدا اور رسول کیواسطے منتخب کرین۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات عقلاً تو کسیطرح ثابت ہو نہین سکتی کہ ہمارا بنایا ہوا خلیفہ خدا اور رسول کا

خلیفہ ہو جائے یہی نقل سو قران اور حدیث مین کہین اسکا پتہ نہین ہی اب مین یہ بھی کہتا ہون کہ ایسی لوگ شاید یہ بھی خیال کرین کہ نبی کا مقرر کرنا بھی اُنکی اختیار مین ہے اور اُنکا بنایا ہوا نبی اللہ ہو جائی گا اسلئے کہ نبی اور خلیفہ نبی مین فرق اسیقدر ہے کہ نبی کو احکام الٰہی اصالۃً ملتے ہین اور خلیفہ اور امام کو بواسطہ نبی کی ملتے ہین باقی سب شرط مین دونو برابر ہین۔

پندرھوین دلیل

(۱۵) امام کی اور خلیفہ نبی کی مقرر ہونیسی غرض یہ ہی کہ ہم احکام الٰہی کی سمجھنے مین اور اُنپر عمل کرنے مین خطا سی محفوظ رہین لہٰذا امام کا ایسا عالم قران اور حدیث ہونا ضرور ہی جو کسی حکم کو بتلانے مین خطا نکری ایسے شخص کا پہچاننا انسان کی اختیار سی باہر ہے اور بالفرض اگر تمام دنیا کسیکو ایسا منحیط تجویز کرے کبھی اُسپر یقین نہین ہو سکتا اسلئے کہ خطا اور صواب کا علم کسی شخص مین نہین یہ خاص خدا کو ہی یا نبی کو تعلیم الٰہی سی لہٰذا جتبک خدا یا نبی امام کو مقرر نکری اور منصوص من اللہ نہو یہ غرض کبھی پوری نہو گی اسی سبب سے عادت الٰہی نبی اور خلیفہ نبی کی مقرر کرنی مین اسیطرح جاری ہی کہ خدا خود یا بتوسط نبی امام اور خلیفہ مقرر کرتا ہی انسان کو کبھی اسکا اختیار نہین دیا ہی۔

دفع توہم

اجماع سے خلیفہ بنانے والے یہ بھی ایک لغو بات کہتے ہین کہ اگرچہ ہر ایک شخص اربابِ حل و عقد مین عالم جمیع احکام شریعت کا نہو مگر انھین لوگون مین کسیکو کسیکو تفسیر و احکام پر بخوبی اطلاع ہے لہذا اجماع سب افراد سے بلکر عالم جمیع احکام اور تفسیر آیات ہے۔ پھر ایک شخص کا عالم جمیع احکام ہونا کیا ضرور ہے اسلئے احکام اور جس سے نظام دینی اور دنیوی درست رہ سکتا ہے وہ بدون اسکے عالم ہمہ دان کے چلسکتا ہے اور ایسا ہی خلافت خلفای ثلثہ مین ہوتا بھی تھا جب کوئی مسئلہ ایسا در پیش ہوتا تھا صحابہ کے بحث اور مباحثہ سے طے ہو جاتا تھا۔

جواب

اول تو یہی ہے کہ پھر خلیفہ اور سردار بنانیکی ضرورت کیا رہی اور خلیفہ اور امام کی اطاعت جو خدا نے مثل اطاعت رسول کے واجب فرمائی ہے۔ اور اسکو اولی الامر ارشاد کیا ہے وہ کب باقی رہا۔

دوسرا جواب تاریخی واقعات بے شمار کتب فریقین مین علمای یہود اور نصاری کے آنیکے دربار خلفا مین اور انکے سخت سوالات اور خلفا اور صحابہ کا جواب مین عاجز ہونا اور اُسی امام برحق باب علم نبی اقضاکم علی کیطرف رجوع کرنا معلوم ہے

یہ دھوکھہ دہی جب چلتی کہ ایسی واقعات پیش نہ اتی اور جب آچکی اب یہ خیال
بالکل غلط ہو گیا ہم براہ عقل و ہم بنظر تجربہ

تیسرا جواب جب ہادی برحق نبی اللہ آچکی اور ہمکو انکی پیروی جملہ امور مین
عقلاً اور شرعاً واجب ہو چکی اب ہمکو یہ بھی دیکھنا لازم ہے کہ نبی برحق نے
اپنی امت کا انتظام اس اجماع کی سپرد فرمایا ہے یا کیسی عالم ہمہ دان بری از خطا
کی۔ حدیث ثقلین مین عترت طاہرہ (ائمہ ع) کو امت کی ہدایت اور رفع خلافات
کرنیکی تصریح موجود ہے اور اسکی مقابلہ مین علیکم بالسواد الاعظم وضعی روایت
کا کیا اعتبار خصوصاً جب قرآن مجید بھی اولو الامر کی اطاعت واجب کرتا ہے۔

سولھوین دلیل

(۱۶) حضرت ابراہیم کی نسبت قرآن مجید مین وارد ہے انی جاعلک للناس اماما
مین تمکو امام بناؤنگا حضرت آدم کی خلیفہ بنانیمین بھی وارد ہے انی جاعل
فی الارض خلیفہ مین زمین مین اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تیسری
جگہہ عموماً وارد ہے وجعلنا ہم ائمۃ یہدون ہمنے انکو امام بنایا جو ہدایت کرتی
تھی الغرض خلیفہ بنانا امام بنانا اپنی طرف خدا نے منسوب کیا ہے اور انکی اختیار
کا اظہار فرمایا ہے۔ کہین یہ نہین فرمایا کہ مین خلقت کو اختیار دونگا وہ جسے چاہیں

پسند کریں اپنا امام بنا لیں اور نہ کبھی کسی امت میں کسی نبی نے امت کو ایسا اختیار دیا اور نہ عقل اسکو جائز تجویز کرتی ہے پھر خیر الامم یعنی امت محمدیہ جسکی کچھ بات خلاف عقل نہیں اُسے کیونکر یہ اختیار ہو سکتا ہے

اگر آپ یہ کہیں کہ مجازاً اکثر افعال جو ملائکہ وغیرہ کے سپرد ہیں انکو بھی خدا اپنی طرف منسوب کرتا ہے اسیطرح ان آیات میں بھی امام اور خلیفہ بنانے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے تو میں کہونگا اولاً تو مجاز کا قران مجید میں تسلیم کرنا بلکہ ہر ایک فصیح اور بلیغ کے کلام میں جبتک کہ حقیقت پر حمل ہو سکے کسیطرح جائز نہیں ہے۔

دوم وہ افعال پر نظر کیجیے کو لنسا وہ فعل ہے ان واقعات مذکورہ آیات میں ایسا گذرا ہے جسمیں خدا نے انسان کو اجماع کرکے امام بنانیکا اختیار دیا ہو۔

سترھویں دلیل

(۱۷) نبی اور امام دونو کا تقرر اسی غرض سے ہوتا ہے کہ ہمارے آپسمیں جو اختلاف نفسانی خواہش سے ہوتا ہے اسکو مٹادے اور یہ بات جب ہی پوری ہوگی کہ بدون ہماری شرکت رائے کے امام کا تقرر خدا اور رسول کیطرف سے ہو اور پورا اطمینان بھی ہمارا اسی خلیفہ پر اپنی امور دینی اور دنیوی میں اسیوقت ہوگا اسلئے کہ ہم لاکھ ہمدردی خلائق کا اظہار کریں اور قوی اور ضعیف امیر اور فقیر کو یکساں سمجھیں مگر جو دردمندی اور انصاف

پسندی خدا اور رسول کو ہی اور جسقدر اُسکے نظر عاطفت ہمارے مصالح پر ہی اسکے پاسنگ بھی کسی بشر کو نہین ہی۔

اب معلوم ہوا کہ فتنہ اور فساد اور نزاع باہمی دور کرنیکی یہی بات ہی کہ ہماری تجویز سے امام اور خلیفہ مقرر نہو۔

دفع شبہہ

کہ فتنہ اور فساد کا قطعاً مٹجانا یہ تو کبھی ممکن نہین ملائکہ نے حضرت آدمؑ کی خلقت کیوقت کہدیا ہی اتجعل من یفسد فیھا ویسفک الدماء انسان ضرور مفسد پردار اور خون ریز ہی ہان اگر خدا اسکو معصوم پیدا کرے البتہ اسکا انسداد ہوجای ہم دیکھتے ہین کہ جسقدر فساد اور پرخاش خلائق نے اُن حضرات سے کی جو آپکو امام اور خلیفہ منصوص کہتے تھے اور اُنکی نافرمانی جسقدر کی اُسکا فیصدی ایک حصہ بھی اجماعی خلیفہ سے نہین کی اسی واقعہ سے معلوم ہوا کہ فتنہ کی کمی اسی تجویز سے ہی کہ خلافت اور امامت مین جمہور کا اختیار ہو۔

جواب

یہ شبہہ ہرگز قابل جواب نہین اسلئے کہ اگر وہ لوگ جو آپکو امام اور خلیفہ منصوص از جانب خدا و رسول کہتے تھے سچے تھے تو اُنکی نافرمانی خدا کی نافرمانی تھی پھر اگر

تمام دنیا خدا کی نافرمانی کرے خدا کی عذاب مین گرفتار ہی آور اگر وہ لوگ نعوذباللہ اس دعوی مین سچے نہ تھے تو انکی نافرمانی عین خوشنودی خدا تھی آس سے اختیار امت کو خلیفہ بنانیکا کب ثابت ہوا۔

اٹھارھوین دلیل

(۱۸) رفع نزاع اور خصومت باہمی کیواسطے جو محکمہ عدالت فوجداری اور مال اور دیوانیمین جج ماتحت سے لیکر ہائیکورٹ اور اعلی ترین محکمہ مقرر ہوتی ہین چونکہ آخری اپیل مین بھی ایسا حاکم کوی نہین ہی جسکو ہم خطا سے معصوم سمجھین اسلئے یہ سب حکام انسانی تجویز سے مقرر ہوتی ہین لہذا بعض فیصلہ ہائیکورٹ کی حکام ماتحت کی فیصلو سے بھی خراب ہوتی ہین اور خلاف واقع فیصلہ ہو جاتا ہی۔ اگر آخری جج ایسا ہوتا جسکو عالم الغیب نے جج بنایا ہوتا اور جسکو تمام امورات کی صحیح صحیح معلوم ہوتی تو کبھی یہ حق تلفی نہوتی۔

انیسوین دلیل

(۱۹) جو اجماع کیسکو اپنے مجمع مین افضل اور لائق تر عہدہ خلافت کے سمجھکر اسکو اپنا پیشوا بنائی اگرچہ خلاف ورزی کا گمان اسمین بھی ہی مگر پھر بھی مقام خاص اور ملک خاص جہانتک اس گروہ کی سمائی ہو ایسا افضل اور اکمل منتخب کر سکتا ہی اور امام

اور خلیفہ تمام دنیا کی موجودہ اشخاص سے افضل ہونا درکار ہے پھر تمام دنیا سے افضل ہونیکا
اس خلیفہ پر کیونکر یقین ہو سکتا ہے۔ فرض کیجیے کہ ہندوستان مین ایک آدمی ایسا
ہمنے منتخب کیا اور عرب یا عجم مین اسکے برابر یا اس سے افضل دو چار آدمی اور
موجود ہین۔ اب یہ امام اُنسے تو افضل نہ ٹھہرا لہذا عرب اور عجم کی اجماعی جلسہ نے
اپنے اپنے ملک کے افضل کو خلیفہ بنایا۔ اب ان دونو مین مین کون امام مطلق ہوگا اور
کسکو معزول کرنا واجب ہوگا۔ لہذا تجویز خدا اور رسول کی امام بنانیمین صحیح ہے
جسکو تمام دنیا کی افضل الناس ہونیکا علم ہے اور جسکی نسبت کسیکو دعوائے ہمسری
یا افضلیت کا ہو نہین سکتا اور اگر بالغلط وہ دعوی کرے امام برحق اسکے دعوی کو
باطل کردیگا۔

بیسوین دلیل

(۲۰) قرآن مجید مین خدا نے ہمکو صاف طور سے اپنے امام اور واجب الاتباع کو
بدلیل عقلی سمجھا دیا ہے کہ ہادی امام ہو جسکو لائق ہے افمن یہدی الی الحق
احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی جو شخص راہ حق کی ہدایت کرتا ہے
اسکی پیروی کرنی زیادہ تر سزاوار ہے یا اسکی پیروی جو اپنے راہ حق کی چلنے مین
دوسرے کا محتاج ہے۔ کھلی ہوئی دلیل کہی ہے۔ ع۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ہادی اور راہنما وہی شخص ہی جو کہ جملہ امور ہدایت امت مین اور نیز اپنی ذاتی امور مین دوسرے کا محتاج نہو اور جب اجماعی خلیفہ ہر امر مین خواہ بعض امور مین امت کی رای زنی کا محتاج ہی وہ برای نام پیشوا اور امام ہی سچ مچ اسکو اس عہدہ کی لیاقت نہین ہی

دفع شبہہ

یہی گروہ جو خلیفہ کو امت کہتا ہی اسکا عقیدہ یہ بھی ہی کہ نعوذ باللہ ہمارے نبی بھی اصحاب سے مشورہ لینے مین محتاج تھی اور خدا نی انکو حکم دیا تھا وشاورھم فی الامر صحابہ سی مشورہ کرو یہ لوگ کہتی ہین کہ جب نبی کو احتیاج مشورہ اصحاب کی تھی اور حکم خدا بھی انکو تھا پھر خلیفہ اور نایب نبی کس شمار مین ہی۔

مطلب یہ ہی کہ نبوت بھی جمہوری تھی توبہ توبہ مسلمان اور نبی کو افضل و اکمل جمیع امور مین قائل ہو کر ایسا خراب عقیدہ کبھی نہین کر سکتا۔

اور تاریخ مین جا بجا ان اصحاب کی خرابی انکا اقرار خود صحابہ نی کیا ہی۔ چنانچہ احد کی واقعہ مین باتفاق ارباب سیر بھی منقول ہی کہ آخر کار صحابہ نی کہا کہ ہم نبی کو صاحب وحی والہام بھی اعتقاد کرین اور اپنی مشورت کا محتاج بھی انکو جانین کیسی بی عقلی (بیدینی) کی یہ بات ہی۔

خدا کا حکم دینا اصحاب سے مشورہ کرنیکا اسکی وجہہ محض تالیف قلوب تھی محتاج

محتاج ہونا نبی کا اصحاب کی رای کا جب ہوتا کہ خدا بذریعہ وحی کی حضرت کو
اس امر مین تجویز مفید تبلانی سی عاجز ہوتا یعنی خدا بھی جاہل اور محتاج رای
زنی امت کا تھا تو یہ توبہ مشورہ کرنیکی اغراض چند در چند ہین از انجملہ یہ بھی
غرض ہی کہ جن لوگونسی مشورہ کیا جای انکی دلونکا بھید نیتّ کی خوبی خرابی عقل
اور بی عقلی کی کیفیت اعتقاد کی پختگی اور ڈھلمل الیقین ہونا خاص او رعام
سبکو معلوم ہو جاتا ہے یہی اغراض ہمارے نبی کو اصحاب سے مشورہ لینی مین تھی اور
خدا نی انکو حکم بھی دیا تھا یہ نہین کہ معاذ اللہ وہ جناب محتاج انکی مشورہ کی تھے یا کار
نبوت مشورہ کی بھروسہ پر چلتا تھا مجھے اسوقت امام حسین علیہ السلام کا وہ ارشاد
یاد آیا جسکا مخاطب عمر بن یوذن ہے اس سے فرمایا تھا جبکہ اس نی
کوفہ کی جانیکی نسبت اپنی رای ظاہر کی تھی یا شیخ لا یخفے علی
الرای ولکن اللہ لا یغلب علی امرہ اے شیخ رای تو مجھ پر پوشیدہ نہین مگر خدا کی
حکم پر کسی کی رای غالب نہین ہو سکتی طول ہوگا نہین تو مین اسی آیت کی
شان نزول بیان کرتا جسمین ہمارے نبی کو مشورہ کرنیکا حکم ہی تھے پھر بھی اتنا
کہے بغیر نہین رہتا کہ الامر پر الف ولام عہد کا ہے جس سے مراد کسی امر خاص
مین حکم مشورہ لینی کا ہی عام طور سے ہر امر مین اس آیت سے نہ کسی اور آیت سے نکلتا ہی

اور دوسرے آیت وامرهم شوری بینهم اسمین ہمارے بنی داخل نہین ہین۔

اکیسوین دلیل

(۲۱) امام اور خلیفہ نبی کی اطاعت مثل اطاعت نبی کی خدا نی مقرر کی ہی اور یہ مسئلہ بہت بڑا مسائل دین سے ہی اب اگر خلیفہ نبی اور امام کا مقرر کرنا امت کی رای اور اختیار پر خدا رکھتا تو جمیع احکام دین مین امت کے رای پر اجرای احکام جائز ہوتا اسلئے کہ اور احکام جسقدر ہین سب اس سے عظمت مین کم ہین اسکا نتیجہ یہ ہی کہ امت کو اختیار ہی جو حکم احکام دینی ہی اسکو اپنی رای سے اجماع کر کے جاری کر دی اب اس سے یہ لازم آتا ہی کہ انبیا کا بھیجنا بھی بیکار ہی اسلئے کہ جن احکام کے جاری کرنیکے واسطے انبیا مبعوث ہوے وہ سب امت کی رای سے جاری ہوسکتے ہین لہذا انبیا کا آنا بیکار ہی امت خود مختار اور آزاد ہی جو حکم اجماع اور اتفاق رای سے کرے وہی حکم خدا ہی۔ حالانکہ امت کسی حکم مین احکام دینی کی مجاز نہین ہے۔

دفع شبہہ

امام جماعت کا مقرر کرنا یہ ضرور ہمارے اختیار مین خدا و رسول نے رکھا ہی حالانکہ نماز بھی ایسے عظیم چیز احکام دین میں ہے کہ جسمین اکثر مسائل واجب اور اکثر احکام سنتی ہین

پھر جب ہمارے انتخاب سے امام جماعت مقرر ہوا تو اُن ہزار مسائل واجبہ اور ہزار احکام مستحبہ مین ہمکو اختیار کا ثبوت ہو گیا اب آپکا یہ کہنا کہ کسی حکم مین امت کا اختیار نہین ہی کب درست رہا اور جسطرح خلیفہ خطا کار کا تجویز امت سے ہونے مین اندیشہ غلط کاری کا ہی اسیطرح امام جماعت مین۔

جواب

امام جماعت اور امام مطلق اور خلیفہ مین بڑا فرق ہی اور ہمکو اسکی اطاعت چند امور مین واجب ہے اور اسکا معزول کر دینا ہر وقت ظہور کسی امر منافی نماز کی اور اسکی جگہہ دوسرا ابتثمار اُسی حالت نماز مین مقرر کر دینا جائز ہی اور اگر کوئی دوسرے قابل امام جماعت کی شریک اور حاضر ہو تو ہی اپنی نیت جدا جدا کر لینا بھی جائز ہی اور امام جماعت کی بھول چوک پر اُسکو اُسی نماز مین اگاہ کر دینا بھی جائز ہی بلکہ امام کی خطا جبکہ ماموم خطا پر نہو خطا مین شمار نہین کیجاتی ہی الغرض ماموم حاکم امام جماعت پر ہوتا ہی جس سے ظاہر ہوا کہ امام جماعت حاکم ماموین پر نہین ہی محض اجتماع مسلمین کیلئے ہی تاکہ شوکت اسلام ظاہر ہو فقط۔

امام جماعت کی سپرد کوئی حکم احکام شرعیہ سے نہین ہی خصوصاً این احکام مین حقوق بندگان الہی کو تلف ہو جانیکا خوف ہو۔

الغرض امام جماعت کو کسی قسم کی حکومت اور اختیار اجرائے احکام کا نہین ہی

دوسرا شبہہ

اچھا قاضی اور مفتی اور مجتہد بنانیکا اختیار بھی تو امت کو دیا گیا ہی اور اگر معصوم ہونیکی شرط ہوتی اسکا تقرر بھی باختیار خدا و رسول ہوتا ہمین اور امام اور خلیفہ مین کیا فرق ہی جیسا امام ویسا قاضی۔

جواب

بڑا فرق تو یہی ہی کہ قاضی اور مفتی اور مجتہد کا معزول کر دینا ہمارے اختیار مین ہی اور خلیفہ اور امام کا معزول کر دینا ہمارے اختیار مین نہین ہی یہی بات ثابت کرتی ہی کہ امام اور خلیفہ بنانا ہمارے اختیار سے باہر ہی (دیکھو دلیل ششم) دوسرا فرق یہ ہی کہ قاضی اور مفتی سیکڑون ہم بنا سکتے ہین اور خلیفہ یا امام سوائے ایک کے دوسرا نہین ہو سکتا۔

بنانے سے مطلب یہ نہین ہی کہ ہمارے اختیار مین اسکا بنانا ہی بلکہ مطلب یہ ہی کہ ہمارے نبی اور خلفائے نبی نے شروط قاضی اور مفتی کی تجویز فرمائی اور صفات ایسے شخص کے بیان فرما کر ہمکو حکم دیا ہی کہ ایسے شخص کو ہمنے تمپر حاکم مقرر کیا ہی اب ہمکو اختیار اسیقدر ہے کہ اُن صفات کو معاشرت سے صحبت سے گواہی گواہان معتمد سے

جسمین پائین اسکو نائب امام تسلیم کرین۔

اب تو در اصل تقرر قاضی اور مجتہد کا بھی نبی اور خلیفہ نبی کیطرف سے ہوا پھر جبکہ وہ صفات جن سے قاضی اور مفتی کا موصوف ہونا شرط ہی انکا جاننا علم غیب پر موقوف نہین ہی بلکہ محض بنا ظاہری افعال پر ہی لہذا ہم تنہا خواہ اجماع کر کے ایسے شخص کو پہچان سکتے ہین بخلاف امام اور خلیفہ کے کہ جو اوصاف اُسکے ہین ہم اُن اوصاف کو ہرگز کسی شخص مین اپنی رائے اور تجویز سے نہین جان سکتے لہذا اُسکا تقرر ہماری اختیار مین نہین دیا گیا ہی۔

توضیح

مجتہد اور عالم اور امام اور خلیفہ مین فرق یہ ہی کہ عالم دین کا فقط عادل اور پرہیزگار اور احکام شریعت کا واقفکار ہونا کافی ہی اسکی شرط نہین ہے کہ آیندہ کبھی یہ شخص فاسق نہوگا یا کبھی کسی مسئلہ شرعی کی حل کرنے مین عاجز نہوگا یا اس سے بڑھکر تمام دنیا مین جبتک یہ زندہ ہی کوئی عالم نہوگا جسکی پیروی اس پر جب ہوا ہو اور امام وہی ہی جسکی متقی پرہیزگار ہونے پر تا حیات اُسکی پورا یقین ہو اور اُسکی اعلم اور افضل ہونے پر جمیع صفات مین بموجب نص اور خبر دینے نبی یا امام سابق کی پورا اطمینان ہو اور کبھی کسی امر مین یہ محتاج تعلیم کسی دوسیر کا نہو اور ان باتونکا

علم طاقت بشری سے باہر ہے جبتک صاحب وحی اور الہام کسی شخص خاص کو اپنا جانشین اور نائب خلیفہ مقرر کر کے ہمکو تبلا نہ دے اگر آپ کہیں کہ پھر نبی کی شناخت ہمکو کیونکر ہو سکتی ہے۔ میں کہونگا دو طرح سے اول تو ہر ایک نبی اپنے بعد آنیوالے نبی کی خبر دیتا ہے اور اسکے اوصاف بلکہ نام اور نسب کو بھی ظاہر کرتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا یاتی من بعدی اسمہ احمد دوم صدور معجزات اور خوارق عادات جو نبی سے ہوتی ہیں یہ دونو باتیں ملکر ہمکو نبی کی شناخت میں پوری ہدایت کرتی ہیں۔

میں اپنی آئمہ ہدے صلوات اللہ علیہم کی نسبت بھی انھیں دونو باتونکا اقرار کرتا ہوں یعنی ہمارے نبی صلعم نے اپنے خلیفہ اور جانشین کا نام اور نسب اور اسکی اوصاف بھی تمام ظاہر کر دیئے۔ بلکہ اتنا اور زیادہ اہتمام فرمایا کہ دوازدہ خلفا کو بھی نام بنام ہمپر ظاہر کر دیا اور قدرت الہی کو دیکھو کہ جو لوگ اجماعی خلیفہ پر دلدادہ ہیں وہ بھی ان دوازدہ امام کے نام اور نسب کو اپنی کتب میں درج کر رہے ہیں اور مناقب کا ایک فن خاص خدا نے امت سے ایجاد کرایا اب کتنے اہلسنت ہیں جنھوں نے کتب مناقب میں احادیث نبویہ کو تمامین انھیں آئمہ کے درج کیا ہے۔

بائیسوین ۲۲ دلیل

(۲۲) خلیفہ نبی اور امام کو خدا اور نبی بھی مقرر کر سکتا ہی اور امت بھی

مطلب یہ ہی کہ خدا اور نبی کا مقرر کرنا بھی جائز ہی محال نہیں ہی نہ ہمارے نزدیک اور

نہ اہلسنت کی نزدیک آب ہماری نبی کی خلیفہ کو یا تو خدا اور رسول نی مقرر کر دیا

جیسا کہ ہم احادیث متواترہ سی ثابت کرتی ہین اسوقت تو امت پر یہ الزام آتا ہی کہ

خدا اور رسول کی سامنی پیش دستی کی ہی اور یہ حرام ہی خدا کہتا ہی یا ایھا الذین

امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ ای گروہ مومنین خدا اور رسول

کی سامنی تم اپنی تجویز اور رای کو مقدم نہ کرو اور اگر خدا اور رسول نی خلیفہ مقرر

نہین کیا بلکہ امت کو حکم دیا کہ اپنی اختیار سی مقرر کرے اسکا ثبوت قران اور

حدیث سی درکار ہی اور کبھی ثابت نہین ہو سکتا اور اگر خدا اور رسول نی نہ تو خود مقرر

کیا اور نہ امت کو اختیار دیا تو اتنی بڑی مسئلہ اور امر ضروری کا ترک کرنا اور

دین کو ناقص رکھنا اسکا الزام خدا اور رسول پر ہوگا حالانکہ ذرا ذرا سی احکام

شریعت کی بیان مین خدا اور رسول نی کمی نہین کی۔

(صلے) ہشام ابن الحکم کی مناظرہ کا مجھے اسوقت یاد آیا جسکو جناب صادق کی سامنی

انھون نی بحکم امام بیان کیا تھا ایک شخص بڑا عالم علماء عامہ سی مشہور تھا ہشام

کہتے ہین میرا بھی گذر ایک روز اسکی جلسہ وعظ مین ہوا اگرچہ مجمع مسجد مین

زیادہ تھا مگر مین مجمع کو چیر پھاڑ متصل ممبر کے دونو گھٹنون پر جا بیٹھا جو طریقہ سائل کا ہی شیخ نی میرے طرف خطاب کر کی کہا ای فرزند کچھ تجھی پوچھنا ہی مینے کہا کہ ہان شیخ نی کہا پوچھ کیا پوچھتا ہی مینے کہا ای شیخ تیری آنکھین بھی ہین اس میرے سوال سے حضار بھی سب ہنس پڑی اور شیخ نی کہا ای فرزند کیسا لغو سوال تونی کیا تو خود دیکھ رہا ہی کہ میری دو آنکھین ہین - مینے کہا میرا سوال بھی ہی آپ اقرار کرین یا انکار تب شیخ نی کہا اگرچہ تیرا سوال قابل جواب کے نہین ہی مگر خیر مین تیری نادانی کی ہٹ پورا کر کی کہتا ہون کہ ہان میری آنکھین ہین پھر مینے کہا آنکھون سے کیا کام لیتا ہی شیخ نی کہا اچھی بری چیزونکو دیکھتا ہون اور سب کام جو دیکھنی پر موقوف ہین آنکھون کے ذریعہ سی کرتا ہون مینے کہا پھر آپکی کان بھی ہین شیخ نی کہا کہ ہان (مین) اُنسی کیا کام لیتے ہو (شیخ) سُننے والی باتونکو سنتا ہون (مین) آپکی ناک بھی ہی - (شیخ) ہان (مین) ناک سے کیا کام لیتے ہو (شیخ) سونگھنا اچھی بری بو دار چیزونکا (مین) آپکی زبان بھی ہی - اور اس سے کیا کام لیتے ہین (شیخ) بولتا ہون باتین کرتا ہون (مین) آپکی دل بھی ہی اور اس سی آپ کیا کام لیتے ہین (شیخ) اُسکو خدا نی عضو رئیس بنایا اور جمیع اعضای بدنی ہین سب پر یہ حاکم ہی جو امور حواس خمسہ ظاہری یا باطنی سے معلوم ہوئی ہین اُنکو دل پر عرض کرتا ہون اور حق و باطل اچھی بری کی شناخت

آوسی قلب سی ہوتی ہی (مین) یا شیخ جب خدا نی تیری ایک جسم حقیر کو انتظام کیغرض سے
بیحاکم اور بے امام کی نچھوڑا اور سردار اور حاکم اسکا مقرر کردیا ہے یہ لاکھون خلائق جن اور
انس انکو بے امام اور بے پیشوا اور حاکم کے چھوڑ سکتا ہی اور اس گمراہ خلائق کو خود نفسانیت
سی بھری اور قدم قدم پر خطا کار اُسکی واسطے امام مقرر نہ کری اور اسی امت خطاکار کو
اختیار دی کہ جسے چاہو اپنا امام بنالو ایسا ہو سکتا ہی فبہت الذی کفر ہے آب شیخ نی
گردن جھکائی اور مبہوت ہو کر کہنی لگا انت ھشام انت ھشام تو ہو ہشام ابن الحکم
معزز صحابی جعفر صادق کا ہی او منبر سی اتر آیا اور میری از حد تعظیم کی اور مین رخصت
ہو کر روانہ ہوا۔

تیئسوین دلیل

(۲۳) خدا اور نبی کا امام اور خلیفہ کی تقرر سی باختیار امت چھوڑ دینا اور خود اس
عہدہ جلیلہ پر کسی کو مقرر نفرمانا یا تو اسوجہہ سی تھا کہ خدا اور رسول کو ایسی لایق عہدہ
امامت کی شناخت نہ تھی اور امت کو خدا اور رسول سی زیادہ اُسکی شناخت تھی
اسکو تو کوئی مسلمان تسلیم نہ کریگا کہ امت کا علم خدا اور رسول سی زیادہ ہی۔
یا اسوجہہ سی خدا اور رسول نی خلیفہ مقرر نہ کیا کہ امت سی نبی کو خوف تھا کہ مجھکو اور
میری خلیفہ کو گزند پہنچائین گی یہ بھی کوئی مسلمان تسلیم نہ کریگا کہ امر اہم امور اسلامیہ کو

بنی نے خوف امت سے چھپایا اور تقیہ فرمایا۔ یا اسکا خوف خدا اور بنی کو تھا کہ یہ مقرر کردہ خلیفہ کو امت منظور نکریگی اور گمراہ ہوگی یہ خوف کچھ مخصوص اسی حکم کی مخالفت سے نہین خدا خود فرماتا ہی وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین اکثر لوگ باوجودیکہ بنی انکے مومن ہونے پر حریص تھے ایمان نہ لائے۔ لہذا یہ سبب بھی بنی کو تقرر خلیفہ سے مانع نہین ہوسکتا اور منصب نبوت کے خلاف بھی ہی اسلئے کہ تبلیغ حکم شریعت بنی کو ضروری ہی اور ماننا نہ ماننا یہ باختیار امت ہے تبلیغ مین کوتاہی کا جرم بنی پر ہوگا یہ اس تبلیغ سے کوئی مانع بھی نہو اسکا اعتقاد کسی مسلمان کی شایان نہین ہی خلاصہ اس دلیل کا یہ ہوا کہ خلیفہ مقرر کرکے امت کو آگاہ کردینا جو اہم مسائل اور احکام اسلامیہ سے اہلسنت کی نزدیک اور اصل چہارم اصول دینی سے ہمارے نزدیک ہی نبی پر واجب تھا اور اس واجب کے ادا کرنے مین کوئی مانع بھی نہ تھا پھر کیونکر ہوسکتا ہی کہ نبی نے نہ کیا ہو ضرور کیا ہوگا یہ تجویز عقلی دلائل نقلی سے بھی مؤید ہی۔

چوبیسوین دلیل۔

(بم ۲) ہمکو جن چیزونکا علم ہوتا ہی اسکے تین درجہ ہین۔ اول درجہ توشک کا ہی یعنی ہونا اور نہونا دونوکا احتمال برابر ہوتا ہی دوسرا درجہ ظن کا ہی جسمین ہونے یا نہونیکو ترجیح ہوتی ہی۔ تیسرا درجہ یقین کا ہی جسمین ہونے یا نہ ہونیکا یقین ہوتا ہے

اب دیکھو جتنے کام ہم کرتے ہین سب مین ہمارا یہ ہی دستور ہی اگر اسکی ہونیکا یقین
کسی ذریعہ سی ہوجاے پہلی اسی طریقہ کو اختیار کرین گے پھر اگر یقین کسی ذریعہ سی نہو
بمجبوری ایسا طریقہ اختیار کرینگے کہ اوسکی ہونیکا گمان غالب ہووے اور اگر ایسا بھی ذریعہ
نہ ملیگا ناچاری مشکوک ذریعہ کو اختیار کرتی ہین یہی طریقہ تمام دنیا کا ہی اور اسی طریقہ
سی کاروبار دنیاوی ہر شخص کرتا ہی اور جو شخص اسکی خلاف عملدرآمد کرتا ہی اوسکو
سب لوگ نادان اور بیوقوف کہتی ہین -

اسی طریقہ پر خدا نے بھی امور دین کے ہمکو تکلیف دی ہی اور جسجگہ ہمکو کسی امر دینی مین
یقین کا ذریعہ ممکن ہی کہ خدا نے وہ ذریعہ تبلادیا ہی وہان ظن اور گمان پر بنا کرنیکو
منع فرمایا ہی چنانچہ قرانمجید مین ظن کی مذمت جابجا وارد ہے بلکہ یہ بھی وارد ہے
ان بعض الظن اثم بعض مقام پر ظن پر کاربند ہونا گناہ ہی یہ وہی مقام ہی
جہان یقین پر عمل ہوسکتا ہی اور ہم اسکی برخلاف ظن پر عمل کرین اور حکم
عقلی بھی اسی آیہ قرانی سی مطابق ہے اب مسئلہ خلیفہ اور امام کو لیجیئے تو یہ بھی معلوم ہے
کہ یہ بڑا اہم اور ضروری کام ہی جسپر تمام امور دینی اور دنیوی وابستہ ہین خدا نے ہمپر
اطاعت امام اور خلیفہ اولی الامر کی واجب کی مثل اطاعت نبی کی اور نبی کی
شناخت کا ذریعہ ہمکو یقینی تبلادیا ہی وہ ذریعہ کیا ہی صدور معجزات اور خوارق عادات

ہمراہ دعواے نبوت کیے اور یہی امر دلیل نبی کی معصوم ہونے پر ہوتا ہی اور یہی
شناخت امام اور خلیفہ نبی کی ہی جتنے خلفاء انبیا گذری ہین سب ایسی ہی تھے
اب اگر امام ہماری تجویز سے ہو اور خوارق عادات و معجزات کا اُس سے ظہور ہوتا ہی
تو ضرور وہ معصوم بھی ہی اور خدا نے اسی امام بنایا ہی ہمکو اسکی شناخت کرنی کافی ہی
جسطرح نبی کی شناخت اور اگر امام اور خلیفہ ہمارا بنایا ہوا صاحب معجزات نہین ہی
تو وہ معصوم بھی نہین ہی بلکہ مثل ہماری خطا کار ہی اور فرض کرو کہ امت مین
ایک شخص ایسا موجود ہی جو صاحب آیات اور صاحب کرامات اعلم اور افضل جمیع صفات مین
ہی اور اُسکی شناخت کا ذریعہ یقینی خدا نے ہمکو بتلا دیا ہی مگر ہمنے اجماع اپنی
خود رائے سے کر کے کسی دوسرے کو خلیفہ اور امام بنایا جسکی شناخت کا کوئی ذریعہ
یقینی نہ تھا بلکہ ظن غالب بھی اسکی انجام دہی امور امت پر نہ تھا بلکہ اسکی
خطا کاری بھی ہمپر ثابت ہو رہی ہی اب یہ کارروائی کیسی خلاف عقل کی ہو گی
اور کون عاقل اسکو پسند کریگا۔

خلاصہ

اس دلیل کا یہ ہی کہ خدا نے جب ذریعہ شناخت امام اور خلیفہ نبی کا یقینی ہمکو اپنا دیا ہی
جسکے ذریعہ سے ہمنے خلیفہ نبی کی شناخت ہو اکی ہی اُسکو چھوڑ کر ہم طریقہ مظنون

یعنی اجماع کو اختیار کرین اور باوجود ظہور خطاکاری خلیفہ مصنوعی کی انکی
کج رائے پر مجبور رہین کیسی بدیہی کی بات ہی لہذا ہم کہتے ہین ع

زمشرق تا بمغرب گر امام است ٭ علی و آل او ما را تمام است

یہی وہ برگزیدگان الہی ہین جنکی امامت پر دلائل عقلیہ اور تین حصہ قران کے
اور صدہا احادیث نبوی دلالت کرتی ہین چنانچہ ہم آئندہ قران اور حدیث کو
بھی لکھینگے۔

پچیسوین ۲۵ دلیل

(۲۵) نبی اور خلیفہ نبی کا تقرر اسی غرض سے ضروری ہی کہ امت کے اختلاف رفع کری
اور باہمی نفسانیت کے جھگڑے مٹا دین اسلیئے کہ جسقدر مقرر کرنیوالا نبی اور امام کا خود غرضی
اور نفسانیت سے بری ہوگا اسیقدر اسکی تجویز قابل پسندیدگی خلائق ہوگی اور بخوبی
معلوم ہی کہ ایسا بیغرض اور بےلوث کہ جسکو جمیع خلائق کی نفع اور ضرر کا برابر
خیال ہو اور یہ بھی خیال ہو کہ کل مخلوقات کی حاجت روائی کی جو شخص لائق ہو اسیکو اس کام
مقرر کری خدا اور خدا کی بعد نبی سی بہتر کون ہو سکتا ہی جسکی مقرر کیئی ہوی مین کسیکو
شک اور شبہہ کسی قسم کا نہین ہو سکتا اور یہی غرض نصب امام اور خلیفہ سی ہی پوری
بغرض خفتہ اسیوقت ہوگی جب خدا اور رسول خلیفہ اور امام مقرر کری ورنہ وہی جھگڑا

تو تو ہین مین خلیفہ اور امام مقبول اور نامقبول ہو نہین ہوتا ہیگا۔ اب معلوم ہوا کہ رفع اختلاف اور تعلیم کامل بی خرخشہ کی امید جیسے اس امام اور خلیفہ سے ہو سکتی ہے جسکو خدا اور رسول مقرر کرے اجماع کی مقرر کردہ سے کبھی نہین ہوگی اس دلیل سے ترجیح خلیفہ مقرر کردہ خدا او رسول کی ثابت ہوئی اور وجوب نصب امام خدا پر ثابت ہوا۔

دفع شبہہ

اس دلیل پر اہلسنت نے دو شبہہ وارد کیے ہین جنکا سمجھنا عام طور سے دشوار ہے مگر ہم اپنی عبارت مین انکو لکھکر امید کرتے ہین کہ سمجھ مین آجائین پہلا شبہہ تو یہ ہے کہ خدا نے انبیا علیہم السلام بھیجا اور نبوت کی نسبت ہم سبکا اتفاق ہے کہ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ خدا کو علم ہے کہ نبوت کس گھر مین ہونی چاہیے۔ پھر باوجودیکہ نبی مقرر کردہ خدا تھے مگر اختلاف اور جھگڑا انکے قبول کرنے اور نہ کرنے مین ہمیشہ باقی رہا بلکہ نبی تو نبی ہے اللہ پر اتفاق کل کا نہوا جب ایسی بات ہے تو پھر امام کا تقرر من اللہ بھی جھگڑے اور فساد کو نہ روکیگا بلکہ تجربہ اور مشاہدہ موجود ہے کہ جنکو تم امام منصوص کہتے ہو انکی امامت کے منکرین ۲/۳ ہین اور انکی امامت کے تسلیم کرنیوالے ایک منجملہ دس ۱۰ کی ہے

جواب

سچ ہے کہ نبی کی تقرر سے بھی جھگڑا اور فساد بند نہوا مگر یہ جھگڑا اور فساد نبی کے قابل نبوت اور فضل

خلائق ہوئی ہر پہنین رہا اسلیے کہ نبی اللہ اپنی کامل اور افضل ہوئے اور مقرر کردہ خدا ہونیکی دلائل
رکھتے تھے کسی امر مین انکو لغزش ایسی ہوئی تھی جس سے شبہہ انکی نبی ہونے مین ہے اور ہوئے جب
اختلاف ہو بلکہ انکی نبوت کا انکار ایسا ہی تعصب بیجا کی راہ سے تھا جسطرح خدا کی وجود
کا انکار باوجود ظہور آیات الٰہی کے کیا کرتے ہین ایسا ہی حال خلیفہ اور امام مقرر کردہ خدا کا ہے
کہ وہ اپنی خلیفہ اور امام برحق ہونے پر دلائل پیش کر سکتا ہے۔ اور اجماعی خلیفہ غاصب کا کم
علم اسکی امامت کا انکار ایسی وجوہ سے مت کر سکتی ہے جو سچ مچ اسکی خلافت اور امامت کو باطل کر دیوے
ہین اور اسکی جہالت اور گمراہی خطاکاری کو ثابت کرتی ہین لہذا معترض کا شبہہ یعنی دونو فرض
پر جھگڑیکا باقی رہنا بیجا ہے تو عناد اور خصومت بیجا جسکا دفع کرنا خود منکرین خدا اور نبوت کو ممکن ہے
اگر تعصب اور جہالت کو چھوڑ دین یہ اور بات ہے اور منکرین امامت امام اجماعی کی انکار پر ایسے دلائل
ہین جنکو خود امام اور خلیفہ مصنوعی تسلیم کرکے اپنی نا قابلیت امامت دیتا ہے اور ایسے ہی
واقعات خلفائے مصنوعی کی زمانہ خلافت مین ہوئے جن پر تاریخ آج بھی ہمکو ہدایت کرتی ہے
پھر چونکہ منکرین خدا اور منکرین نبوت انبیا انکا محض بیجا اور باطل ہے لہذا خدا نے انبیا
کا تقرر کرنا بند نہ کیا اسیطرح اگر امام اور خلیفہ منصوص کا انکار بیجا تعصب سے خلائق کرے
اسکی وجہ سے امام کا تقرر خدا بند نہین کر سکتا۔

دوسرا شبہہ

ابو الحسین کا ہی وہ کہتا ہی کہ اگر ترجیح کا خیال کرکی ہم اسکو تسلیم کرین کہ تقرر خلیفہ

از جانب خدا و رسول فتنہ و فساد مٹانی مین زیادہ مفید ہی تو ہم پوچھتے ہین کہ اگر خدا ہی

یہ حکم دیتا کہ تم اپنا خلیفہ و جانشین ایسی نص جلی غیر محتمل سی کرو کہ پھر کسی شخص پر اسکا

خلیفہ ہونا مشتبہ نرہی اور جسطرح تمھاری نبوت کا ثبوت استدر ہو گیا ہی اسیطرح

تمھاری خلیفہ اور قائمقام کا ثبوت بھی ثابت ہو جاے یہ طریقہ رفع نزاع اور دفع شبہات

مین بہتر اور راجح تھا یا یہ طریقہ کہ ایسی لفظ سی نبی اپنا خلیفہ کرنا بیان کرین جسکی

اٹھارہ سی زیادہ معنی ہون اور امت گمراہی مین زیادہ پڑی جیسا کہ من کنت مولاہ

فھذا علی مولاہ کی کہنی سی نص جلی نرہی بلکہ فقرہ دعائیہ اللھم وال من والاہ وعاد من

عاداہ سی تو اور بھی شبہہ بڑھگیا کہ فقط محبت علی سی کرنیکا یہ حکم ہی ضرور ہر ایک عاقل

یہی کہیگا کہ پہلا طریقہ یعنی صاف صاف الفاظ مین خلیفہ کا مقرر کرنیکا حکم خدا ہوتا بہتر تھا

اور دوسرا طریقہ ہرگز اچھا نہین ہی مگر خدا نی اپنی نبی کو نص جلی یعنی صاف صاف الفاظ

مین تقرر خلیفہ سی روکا اور مشتبہ طریق سی کار روائی کا حکم دیا اور کیون ایسا فعل کیا جس سے

گمراہی اور فتنہ و فساد پیدا ہو حکیم برحق نی جاری فرمایا محض بغرض امتحان

امت کہ مطیع کون ہی اور نافرمان کون ہی اور یہ تقریر ہماری اس فرض پر ہی کہ واقعہ

غدیر کو نصب خلافت کا واقعہ بقول شیعون کی تسلیم بھی کرین ورنہ ہم لوگ تو فقط وجوب

الصحبت کی تاکید کا واقعہ سمجھ رہی ہین۔
اب دیکھو جسطرح اس طریقہ مشتبہہ مین امتحان اور اختیار است کا خدا کو منظور تھا
اسیطرح است کا خلیفہ بنا نیمین مختار ہونا اسمین بھی کسقدر امتحان است کا ہی وہ امتحان
یہ ہی کہ خلیفہ اور امام کا ہونا یہ تو ضروری امر ہی اور بدون اسکی انتظام شریعت اور درستی
نظام دشوار ہی کہ خدا اور رسول نی خلیفہ مقرر نکیا اور ہمپر اُسکا تقرر چھوڑ دیا کہ
دیکھون میرے بندگان مطیع انقیادی دین اسلام مین پوری پوری سرگرمی کرتی ہین یا نہین
کرتی اور ہمارے نبی کی تعلیم اور اثر اسکی صحبت کا انمین کسقدر رہی پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی
اطاعت اور فرمان برداری اس امر خاص مین ایسی ہوئی کہ دو چار صحابی جسکو انتخاب
خلیفہ تجویز کیا سب کے سب اُسپر راضی ہو گئے بجز دو ایک صاحبون کے جو بمقتضائے بشریت
بیعت کرنیسی باز رہی سو انکا یہ فعل قابل اعتبار نہین ہوسکتا اسلئے خطائے اجتہادی
ہی لہذا وہ عاصی نہین تھے۔
یہ شبہہ ابوالحسین کا ہی جسکو ہمنے زیادہ تائید سے امور پوار کرکے لکھا ہی شاید
اس سی زیادہ اہلسنت بھی اسکو نہین لکھ سکتی ہین۔

جواب

خلاصہ اس شبہہ کا یہی ہی کہ نبی کو خدا نے لطف جلی کرکے خلیفہ کا مقرر کرنیکا حکم

نہ دیا اور نہ نبی نے نص جلی ارشاد فرمائی یہ بات اگر شیعون سے ابوالحسین کہی ہی تو یہ شیعہ
کبھی اسکو تسلیم نہین کرتی کہ نص جلی نہین ہوئی اور شیعون کی روایات صاف صاف
نص جلی پر متفق ہین اور کوئی لفظ مجمل یا مشترک نصب خلافت مین جناب رسول
نی ہرگز نہین فرمایا ہی اور نہ خدا نے ایسے اضلال اور گمراہ کرنیوالے الفاظ کہنے کی اجازت
نبی کو دی اسلئے کہ عقل اسکو محال جانتی ہی کہ خدا اپنے نبی سے کوئی خفیف بھی ایسا
فعل کرائے جس سے خلائق گمراہ اور شبہہ مین پڑی بلکہ خدا نے تو اسقدر اہتمام کیا اور نبی نے
جو خوف منافقین سے اظہار اور اعلان مین اس امر جلیل کی کہا وعدہ فرمایا واللہ
یعصمک من الناس پھر مجمل اور مشتبہ کہنے مین خوف کیونکر ہو سکتا ایضاً
محبت علی کا اظہار ہمیشہ جناب رسول فرماتے تھے کبھی اس اظہار مین خوف آپکو ہوا
آج بروز غدیر خم کیا نئی دشمنی علی کی پیدا ہو گئی تھی جنکی خوف سے خدا آپکو بچانیکا
وعدہ فرماتا ہی بہرحال شیعونکے اعتقاد پر تو یہ شبہہ بالکل غلط ہی اور ضرور خدا اور
رسول نے صاف صاف امر خلافت کو ظاہر کر دیا۔ اب رہے اہلسنت اگرچہ انھون نے
اس واقعہ غدیر کی نقل کرنی مین خوب ہی کاٹ چھانٹ سے کام لیا اور جسقدر انسے
ہو سکا اسکو چھپایا اور مشتبہ الفاظ سے خلقت کو گمراہی مین ڈالنے کی ہمیشہ کوشش کی
مگر آفتاب بخاک نہین چھپ سکتی علمائے شیعہ نے آخر انھین اہلسنت کے اقوال اور روایات سے واقعہ غدیر کا

نص جلی ہونا ثابت کر دیا۔ دیکھو ہماری آخری کتاب عبقات الانوار کی دو جلدیں حدیث غدیر کو خدا اسکے مصنف کو اعلی علیین میں جگہ دے اور دیکھنا۔ اب تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ ابو الحسین کا یہ کہنا کہ خدا اور رسول نے صاف صاف امر خلافت کو ظاہر نہیں کیا بالکل غلط ہے نہ بر طبق مذہب شیعہ اور نہ بنظر روایات اہلسنت اگرچہ ہمکو اس شبہہ کی رد میں فقط اعتقاد شیعہ پر بنا کر کے اسکا رد کرنا کافی تھا مگر ہمنے دونو فریق کی روایات پر بنا کر کے اس شبہہ کو رد کر دیا

چھبیسویں دلیل (۲۶)

بہت بڑا کام جو بغیر خلیفہ اور امام کے نہیں ہے وہ جہاد دعوت ہے اور جہاد میں قتل نفوس و نہب و غارت اور اسیر کرنی احرار یعنی لونڈی غلام بنانا آزاد بندگان خدا کا کیسے کیسے سخت احکام جاری کرنی پڑتے ہیں پھر اسکی شناخت کہ اب کفار اس قدر عناد اور انکار اور عدم قبول دعوت اسلام پر پہونچ گئے اور امید اصلاح انکی منقطع ہو گئی اب انکو قتل کر دینا چاہیے اور کوئی تدبیر باقی نہیں ہے انکی شناخت یقینی اسکو ہو سکتی ہے جسکو خدا نے بذریعہ وحی او الہام کے بتلا دی ہو اور خود امام ایسا مجاہدین مخلصین انتخاب اور نام زد کرنا کامل شجعوں کا اور ترتیب صفوف اور تقدیم و تاخیر کارہائے جنگ و جدال و شناخت کرنا غیر فرار اور شناخت اسکی کہ یہ مجاہد خالصاً بغیر عداوت و نفسانیت کس طرح کی نیت سے اپنے دشمن مقابل سے بکریگا اور حالت غیظ اور غضب میں بھی پابند احکام شریعت کا رہیگا یہ بھی مخصوص انبیا و اوصیا کا ہے جنکو وحی و الہام ہے

ہ او خوی آنکہ بخت ابروی علی — افتخار ہر نبی و ہر ولی است

کا بنایا ہوا خلیفہ جائز الخطا ہرگز اسکے لائق نہیں ہے۔ اس سے زیادہ تر جہاد منافقین ہے جو بظاہر مسلمان اور

باطن ہین کا فرقہ جہاد تو جہاد کفار سے بھی زیادہ دشوار ہے تا اینکہ جناب رسولخدا نے بھی اپنی زمانہ حیات مین
باوجود دیکہ منافقین کو آپ تعلیم الہی سے خوب پہچانتے تھے نکیا اور اپنی وصی اور خلیفہ برحق کی
سپرد فرمایا حالانکہ قران مین حکم قطعی آ چکا تھا کہ جاہد الکفار والمنافقین اور یہی سبب ہے
کہ مذہب حق مین جہاد غیبت امام مین حرام ہے (ہان تیسری قسم جہاد کی جسکو دفاع و حفاظت
خود اختیاری کہتے ہین چونکہ یہ قسم متعلق بہ حفاظت حقوق ناس ہے یہ جہاد براہ مجبوری
غیبت امام مین جائز ہے) اور جہاد اول کہ متعلق بہ معبود برحق ہے یعنی خدا اور احکام
خدا کو تسلیم کرانا جبتک خلیفہ خدا یعنی نبی یا امام یعنی خلیفہ نبی موجود نہو ہرگز جایز نہین ہے
اسلئے کہ معرفت حدود الہی کی درجۂ یقین ایسے امور مین مخصوص بہ صاحب وحی اور امام ہی
غیر معصوم اور خلیفہ غیر معصوم کا کیا ذکر ہے خود ائمہ معصومین علیہم السلام بھی جہاد دعوت سے وجہ
فقدان شروط مخصوصہ کی جہاد کرنیسے باز رہے جناب سید الساجدین سے جب حسن بصری نے (بغالبا
یہی شخص ہے) نے براہ عناد اور تعصب سفر حج مین یہ سوال کیا جبکہ حضور عازم حج
بیت اللہ تھے کہ جہاد جیسے واجب کو ترک کرکے حج اور نماز پر متوجہ ہوگئے امام نے فرمایا کہ جب ہمکو ایسے
انصار ملے جن سے کار ہائے جہاد کا انجام اچھی طرح سے ہو سکتا تھا اسوقت ہمنے جہاد
بھی ایسا کیا جو حق جہاد کرنیکا ہے اور جب وہ لوگ دنیا و لیسے لوگ) نہ رہے اب دیگر
واجبات الہی کو ادا کر رہے ہین (الحدیث) عقلی دلیل کے علاوہ تاریخ بھی ہمکو

ہدایت کرتی ہے کہ پہلا جہاد جو خلیفہ اول کے حکم سے ہوا جسکے بعض ہو کی تلافی خلیفہ دوم
کو کرنی پڑی اور جسکی تاویل میں پیروان خلیفہ اول کیسی کیسی توجیہات لا یعنی لکھنے کے
درپے ہو مگر کچھ بھی نہو سکا زنائے محصنہ اور خونہائے ناحق اور جبر و تعدی سب کچھ ہو گیا
آخر یہ کیوں ہوا کہ امام برحق کا حکم نتھا اس جہاد میں جو لوگ مارے گئے وہ منکر وجوب زکوٰۃ بھی نتھے
بلکہ خلیفہ مصنوعی کو قابل اسکے نہ جانتے تھے ورنہ اسکو امین اور قابل نیابت رسول جانتے
بھی کتاب تشیید المطاعن میں تاریخ اہلسنت سے اسکو پڑہو ان دلائل اکیطرف اور یہ جو ہین
دلیل ایکطرف جس شخص نے جہادات رسول مقبول صلعم باکفار اور جہادات علی کرار غیر فرار باگروہ
منافقین تاریخ اسلام میں پڑھی ہیں اور دیدۂ انصاف اسکا کھلا ہوا ہے وہ بخوبی سمجھ
سکتا ہے کہ نبی اور امام منصوب من اللہ کی جہاد میں اور خلفاے مصنوعی کی جنگ و
جدل میں حق اور باطل کا فرق کسقدر کھلا ہوا ہے ان دونو لڑائیوں برحق کی جہاد
میں ایک واقعہ بھی خلاف عدل اور انصاف نملیگا اور خلفاے مصنوعی کی جنگ و جدل میں
جسپر پیروان خلفا نکو ناز ہے فخر کرتے ہیں سیکڑوں واقعات ایسے کہ دین اسلام پر شبہہ ملک
گیری کا قائم ہوتا ہے اور وہی امور جو سلاطین جور کرتے ہیں انھوں سے صاف طور سے معلوم ہو جاتی
ہے انہیں خلفا کی بدولت سیکڑوں خرابیاں دین اسلام میں پڑ گئی ہیں اور اسی خیال خام یعنی
تجویز خلافت باختیار خطا کاران امت نے اسلام پر دشمنان اسلام کو حملہ کرنیکا موقع دیا ہے

اور جسقدر ظلم اور تعدی بیجا اور مخالفت عقل اور قرآن اور اہلبیت کے مسلمان موصوف ہوئے سب اسی

خود رائی کا نتیجہ ہی یہ مسلمانونکے ۷۳ فرقہ بھی اسی خلافت کے مسئلہ سے پیدا ہوئے بلکہ اس مسئلہ کی گڑھ

کی غرض اصلی یہ ہی ہے کہ جسکو ہم چاہین خلیفہ بنا کر اُسکی آڑ مین خلاف کو جو ہم تباہ اور برباد کرین اسلئے

کہ امام برحق کبھی خلاف حق کو مارا اور لڑائی جھگڑا نکریگا یہ غرض تو خلیفہ مصنوعی سے پوری

ہوگی۔ ستائیسوین دلیل ۲۷ نبی پر جسطرح اجتہاد کرنا حرام ہی

اسلئے کہ اجتہاد حکم یقینی نہین ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہی اور ظن پر عمل کرنا از رو عقل اور شرع کے

اسوقت ناجائز ہے کہ جب یقینی حکم حاصل ہو سکی اسیطرح امام اور خلیفہ نبی پر بھی اجتہاد حرام ہے

اور اسکا سبب یہ ہی کہ جسطرح نبی کو تعلیم الٰہی سے ہر امر کا حکم یقینی معلوم ہی گذشتہ اور حال اور

آئیندہ ہر زمانہ کا اُسیطرح نبی اپنی خلیفہ کو تعلیم کامل دینی کا خدا کیطرف سے مکلف ہے اور تفریط

اس تعلیم مین نبی نہین کر سکتا۔ ہمکو علاوہ دلیل عقلی کی نقلی دلیل سے بھی معلوم ہوا ہے یا نہین

اور خود جناب امیر کی اقوال مرویہ کتب فریقین سے کہ ہمارے نبی نے اپنی وصی اور خلیفہ کی تعلیم

پورا اہتمام فرمایا ہے یہانتک کہ اگر جناب امیر کسیوقت نہ پوچھتے تھے تو خود جناب رسالتمآب نے پوچھکر تعلیم

کرتی تھی اور یہی حال سب اماموں کا ہی کہ جسوقت اصحاب ائمہ سے مناظرہ مخالفین کسی امام کی ساتھ ہی

ہوتا تھا مثلاً علم قرآن کی نسبت ابن مسعود یا ابن عباس کو وہ شخص عالم علوم قرآن کہتا تھا

اسوقت ہشام بن الحکم یا کوئی اور صحابی کہتا تھا کیا ابن مسعود وغیرہ کو علم جمیع قرآن کا تھا

تب وہ شخص اقرار کرتا تھا کہ نہیں اور پھر اولٹ کر امام کی اصحاب سے پوچھتا تھا کہ اسوقت جمیع قرآن
کا علم کسکو ہے وہ صحابی ازرہ بطرف امام کی اشارہ کرکے کہدیتا ہے کہ یہ بزرگ اسوقت بھی جمیع علوم قرآنیہ کے عالم
ہیں ایسی ایسی روایات اسلامی کتب میں بیشمار موجود ہیں جنکی تائید حدیث نبوی بھی کرتی ہے آپنے
فرمایا ہے کہ میرے اہلبیت پر کوئی شخص میری امت کا اپنی فوقیت علم کا مدعی نہو جسکا کہلا ہوا مطلب بھی یہی ہے
کہ آئمہ اہلبیت اعلم امت ہیں تجربہ بھی اسکو ثابت کرتا ہے کہ جسطرح جناب رسول کبھی کسی اہل مذہب
یا غیر مذہب کے مناظرہ میں مغلوب نہوئے سچے خلفای نبی اور آئمہ وہ بھی ہمیشہ اسیطرح غالب رہے جسطرح
جناب رسول غالب ہوتے تھی اور امت کے بنائی ہوے خلفا ہمیشہ مغلوب اور مبہوت ہو جاتی تھی - اجتہاد کا
نہ جائز ہونا امام کو اسکی وجہ یہی ہے کہ مجتہد کی رائے کسی حکم میں قطعی نہیں ہوتی ہے اور اگر اپنے حکم
کو آپ ہی پلٹ دے تو بجا ہے اسلئے کہ اسکو ظن پر عمل کرنا جائز ہے اور امام چونکہ غلط کاری سے معصوم ہے وہ اپنے
حکم کو پلٹ نہیں سکتا یہ ایسی بات کہ ظنیت طریق منافی قطعیت حکم کی نہیں ہے یہ مجبوری بوجہ علیت
امام معصوم کی ہی اور اسکے دلائل علم اصول فقہ میں مذکور ہیں یہ بات امام میں نبی سے زیادہ تر ملحوظ ہے
اسلئے کہ نبی تو صاحب شریعت ہے بحکم خدا کسی حکم کو منسوخ بھی کر سکتا ہے اور امام اور خلیفہ
چونکہ بعد تکمیل شریعت کے مقرر ہوتا ہے اسکے زمانہ امامت میں اب منسوخ ہونا کسی حکم کا ناممکن
ہے لہذا اجتہاد اور عمل ظن پر کرنا اسکو قطعا حرام ہے - اور یہ صفت اوسی خلیفہ اور امام
کی ہے جسکو خدا نے اپنی ذات اپنا خلیفہ بنایا ہو پھر جب امام خطائے اجتہادی سے بری ہے اگر

خطا کریں اسکو ایک اجر مثل دیگر مجتہدین کے نہ ملیگا بلکہ خطائے اجتہادی اسکی لئے معصیت ہی حسنات الابرار سئیات المقربین کا یہی مطلب ہے اسیوجہ سے ہم امام کو معصوم اور غیر جائز الخطا کہتے ہین جسکی دلائل آئندہ بھی آتی ہین۔

اٹھائیسوین دلیل

(۲۸) صراط مستقیم کی ہدایت کی دعا کرنیکا ہمکو خدانی سورہ حمد مین حکم دیا اور صراط مستقیم کی تفسیر یون فرمایا ہی صراط الذین انعمت علیھم اُن برگزیدگان خدا کی راہ جن پر خدا نے انعام کیا ہی۔ اور دوسرے جگہہ فرمایا ھذا صراط علی مستقیم صاف لفظ علی تھا بروایت ائمہ جسکو علے بنا دیا اور جناب رسول نے فرمایا صراط علی حق نمسکہ صاف ظاہر ہے کہ نبی بنانا یا خلیفہ نبی اور امام بنانا اس سے بڑھکر کونسا انعام ہی جسکو خدا اپنی طرف منسوب کرکے انھین کی راہ کو صراط مستقیم فرمایا ہی امت کا بنایا ہوا خلیفہ اس پر انعام امت کا ہی جو اسکو منصب امامت پر سرفراز کرے اور خدا کا بنایا ہوا خلیفہ اُسپر انعام خدا کا ہی اور پیروی کرنی ہمکو اُسی خلیفہ کی ہوا ہے جسکی مغضوب علیہ اور ضال نہونیکا یقین ہو خطا کار مصنوعی خلیفہ مغضوب علیہ اور ضال اسوقت ضرور ہوتا ہے جب خطا کرے پھر اسوقت اُسکی اطاعت حرام ہے پھر وہ امام نہ رہا اور خدا کا بنایا ہوا خلیفہ کبھی خطا کار ہو نہین سکتا

مثل نبی کے لہذا امام کا بنانا ہمارے اختیار سے درست نہوگا۔

انتیسوین دلیل۔

(۲۹) خدا کا بنایا ہوا امام اور خلیفہ اپنی امامت اور خلیفہ ہونے پر اور اپنے منصوب علیہ اور ضال نہونے پر مثل نبی کے دلائل یقینیہ پیش کر سکتا ہے جنکی وجہ سے کسی کو شبہہ اسکے امام برحق ہونے مین نہین باقی رہتا اور امت کا بنایا ہوا خلیفہ اگر اپنی امامت اور خلافت پر علاوہ اس دلیل کے کہ مجھے امت نے اپنا امام تسلیم کیا ہے اور دلائل بھی رکھتا ہے پھر تو وہ خدا کا بنایا ہوا ہے امت نے اسکو امام برحق پہچان کر اپنا پیشوا تسلیم کیا ہے اور اگر امت کا بنایا ہوا امام بجز اتفاق اور اجماع چند اشخاص امت کی اور کوئی دلیل اپنی امامت پر نہین رکھتا ہے اسکی امامت پر کوئی دلیل قطعی اور یقینی نہوگی پھر اسکی پیروی سے صراط مستقیم پر چلنے کا بھی یقین نرہا لہذا وہ امام برحق نہوگا۔

تیسوین دلیل

(۳۰) امت کا بنایا ہوا امام اور خلیفہ امت کا احسانمند اور منت کش ضرور ہوگا اور امت کا وہ گروہ جس نے اسکو عہدہ خلافت پر مامور کیا ہے اس امام کا محسن ہوگا اور محسن واجب الاطاعت واجب التعظیم واجب الرعایت ہوتا ہے لہذا کل امت سے اسکی حیثیت امام مساوی

نہوگی پس ولا تاخذکم بہم الرافۃ فی دین اللہ تمکو دینی امور کے بارہ مین کسی قسم
کی مہربانی اور پچ کرنی النسی ہی جو اسکا مصداق وہی امام اور خلیفہ بالیقین ہوسکتا ہی جسکو
خدانے امام بنایا ہی کیا ہمکو تاریخ پیش آمد حضرت عثمان کی اپنی قوم اور قبیلہ بنی اُمیہ سی
اسکو ظاہر نہین کرتی ہی پڑھو تاریخ فریقین ؎

اکتیسوین دلیل۔

(۳۱) خلیفہ بنانا یا امام بنانا اسکی اگر یہ معنی ہین کہ کسی شخص مین صفات جانشینی
رسول کی پوری پوری ہین اور سب جو شروط امامت اور خلافت کی ہین وہ سب اسمین موجود ہین اور سوا
اُسکی اور کسی مین یہ صفات اور لوازم خلافت بنی تمام امت مین نہین ہین اور وہی برگزیدہ خدا
تعلیم نبی سی جامع جمیع صفات کا ہی پھر تو ہمکو اسکا پہچان لینا ہی کافی ہی وہ بنایا ہوا خلیفہ اور امام
خدا کی طرف سی ہی ہمارا بنایا ہوا تو وہ خلیفہ نہین ہی ہمارا بنایا ہوا امام اور خلیفہ تو وہی ہوگا جسکو ہم تعلیم صفات اور لوازم
امامت کرکے قابل امامت کردین ایسی شخص کو جو ہمارا تعلیم یافتہ اور ہمارا شاگرد ہو ہمسی صفات امامت
سیکھے اسکو تو کوئی شخص اپنا امام اور خلیفہ نہین تسلیم کرسکتا اب معلوم ہوا کہ یہ جھگڑا اسی
غلطی سے ہی فقط لفظی مغالطہ سے یہ جھگڑا پیدا ہوا ہے اسلیے کہ امت کا اختیار خلیفہ کی پہچاننے مین ضرور
اجماعی بات ہی یعنی شیعہ اور سُنّی دونو کا اسپر اتفاق ہی کہ ایسی شخص کی شناخت کرنی جو کہ یقیناً جامع
صفات خلافت اور امامت ہو ہمپر واجب ہی رسول صلعم نے فرمایا ہی من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات

مین جاہلیت اپنی زمانہ کی امام کو نہ شناخت کر کی جو شخص مری اسکی موت کفر پر ہوگی اور ہمکو اسکا
اختیار خدا نی دیا ہی اور ایسی شخص کو جسی ہم قابل خلافت اور امامت اپنی تعلیم اور تربیت
سی بنا دین اسکا خلیفہ اور امام بنانا دونو فرقہ کی نزدیک ناجائز ہی اب فرمائی پھر جھگڑا
کیا رہا اصل مسئلہ تو اجماعی اور اتفاقی ہو رہا ہی - اب جھگڑا انتخاب شخص خاص مین البتہ رہیگا
کہ آیا جسکو امامت نی خلیفہ اور امام تسلیم کیا اور اسکو خلافت کیلئے منتخب کیا اسمین غلطی نہین تو
ہوئی یعنی جملہ صفات اور لوازم امامت اس خلیفہ مین بالیقین تھی یا نہ تھی - اب یہی جھگڑا کو زمانہ خلافت
خلفا مین انکا غیر مستحق امامت ہونا واقعات پیش آئی ہوئی سے بخوبی ثابت ہو سکتا تھا اور انکو اقرار
کرنا پڑتا تھا کہ مجھمین یہ لیاقت نہین ہی خود ابوبکر پکار کر کہتی تھی لست بخیرکم و علی
فیکم علی کی موجودگی مین ابوبکر کا خلیفہ ہونا اچھا نہین اور ہمارے زمانہ مین تاریخ
متواتر اسکا پورا ثبوت دی رہی ہی اسلئے کہ خلافت اور امامت کا منصب ایسا نہ تھا
کہ اسکی لوازم اور ضروریات کا کسی مین ہونا یا نہ ہونا مخفی رہ سکی -

بتیسوین دلیل

(۳۲) ہر شخص کا جانشین اور خلیفہ وہی شخص تسلیم کیا جاتا ہی جو اسکی زمانہ حیات مین
اسکی کارہای مفوضہ مین برابر نیابت کی یا جملہ اتباع اور لواحق سی زیادہ کام
دی اور وہ نائب ان خدمات کی بجا آوری اسکی سپرد کرتا ہی اور نائب بجا آوری

کاربای متعلقہ مین جملہ اتباع اور لواحق سے اول درجہ کی لیاقت سے زمانہ موجودگی مرتب
مین بھی سرآوردہ اور ممتاز ہوکر ہر شخص کے نزدیک خلیفہ اور ولی عہد ہونیکا مستحق
ہوجاے زیادہ تر تائید ولیعہدی اور جانشینی شخص معلوم الذکر کی اسوقت ہوتی ہے جب
ہر ایک اہم اور امر اہم مین اسیکو افسر اور سردار بنانیکا التزام ہو اور کبھی کسیکی ماتحتی
مین اسکو تابع اور مطیع کسیکا نکیا ہو۔

اس سے زیادہ ثبوت اسکی جانشین اور ولیعہدی کا اسوقت ہوتا ہے جب وہ مہذب مشکلات
امور منصبی کو خدا کی سامنے اپنے نائب کے سپرد کرے اور انکے حل کرنیکا حکم دے۔ پھر اس سے زیادہ
تصریح اور توضیح اسکی قائم مقامی اور ولیعہدی کی اسوقت ہوتی ہے کہ جب کسی امر خاص لوازم
منصب کو کسی کی سپرد کرے جسکی نسبت اسوقت یا کسی آئندہ وقت عوام کو خیال
جانشینی کا ہے یا ہونیوالا ہے اور یہ سردار بنسبت حسن بینی کے قرائن ظاہریہ یا مخفیہ
سے اسکو سمجھکر اس شخص کو معزول کرے جس سے صحیح اسکا خلیفہ یا نائب ہونیکی لیاقت
رکھتا ہے اسکو انجام دہی پر اسی امر مخصوص کی مامور کرے (یاد کرو تبلیغ سورہ برات
اور عزل ابوبکر اور تقرری علی کو اور پڑھو ہمارے جد مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی کتاب
تشیید المطاعن کو) یہ عقلی دلیل ایسی کھلی ہوئی ہے جس سے کسی کو انکار نہین
ہوسکتا ہے اور اسطریقہ سے نیابت اور جانشین کا عہدہ ہر قسم کی کارہای دنیوی

اور دینی ہمیں جاری ہے۔

اب ہمکو یہ تاریخ اسلام سی اسکا ثبوت درکار ہی - دونو فریق کی کتب سے ہم تو ثابت کر دیا ہی اور بخوبی ہمنے ان سب امور پر کاربند ہونا اپنی نبی برحق کا معلوم کر لیا ہی - بلکہ تاریخ منکرین اسلام جیسی نصاریٰ میں بھی جناب امیر علیہ السلام کا اس منصب کے حامل ہونیکا اقرار کرنا ابتدا اظہار نبوت سی برابر تا روفات ثابت ہی اور عقلی تجویز بھی مطابق نقلی کارروای کی ہی پڑھو شان نزول آیہ وانذر عشیرتک الاقربین **تینتیسوین**

دلیل ۳۳/۲۵ اگر امام اور خلیفہ نبی کا مقرر کرنا امت کے اختیار مین ہوتا اور اسکی شرط یہ ہوتی کہ امت امام اور خلیفہ اسی کو بنای جس سی ظلم اور تعدی یعنی خلاف حق کا صادر ہونا محال ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اسیکو امت خلیفہ نبی اور امام بنا سکتی ہی جو معصوم ہو اور اسکی عصمت امت پر یقینا ثابت ہو۔ اس شرط کو سوا خدا کے اور کون جانتا ہی مراد یہ ہی کہ اس شرط کا امت سے پورا ہونا اسکی علم سی باہر ہے۔ اور جب علم بشری کسی بالاتر ہی پھر اسکی تکلیف اپنی امت کو تکلیف مالایطاق ہے لہذا امام کا تقرر خدا ہی کر سکتا ہی اور اگر یہ شرط خلیفہ بنا نیمین نہو اور یہ اختیار امت کو ہو کہ جسکو چاہی امت اپنا امام بنالی چاہی اس سی خلاف عدل اور انصاف صادر ہونیکا بھی گمان ہو اسوقت تو خلیفہ بنانیکا ضرر بہ نسبت نفع رسانی خلائق کی زیادہ

ہوگا اور جو غرض مطلوب تقرر امام خلیفہ سے ہی وہ فوت ہو جائیگی
جتنی احکام حدود اور قصاص جاری کرنیکی قران مین وارد ہین مثلاً چور کے
ہاتھ کاٹنی زانی اور زانیہ کو سو سو کوڑی مارنے سنگسار کرنا خون کے عیوض خون بہانا وغیرہ
وغیرہ یہ سب آیات مطلق ہین کسی زمانہ خاص سے مخصوص نہین۔
اب ہم پوچھتے ہین کہ ان احکام کا خطاب (یعنی بجا آوری کا حکم) کل امت کی طرف
ہی یعنی ہر فرد امت سے اسکو حکام اجرای حدود اور قصاص کا ہی یا حکم نبی امام اور خلیفہ
نبی کو ہی عوام امت اجرای حدود نہین کر سکتی بلکہ امام کری یا جسکو امام نے اجازت دی ہو۔
عوام امت کو تو اجماعاً یہ عہدہ سپرد نہین ہوا ہی اسمین ہمارا اور اہلسنت کا دونو کا اتفاق
ہی۔ پھر جب امت اجرای احکام حدود اور قصاص کمیٹی اور اجماع (کانفرنس) کر کی نہین کر سکتی
تو ایسا حاکم (امام اور خلیفہ نبی) جو ان احکام کو جاری کری اسکا اختیار امت کو کسی طرح
ہو سکتا ہی۔

توضیح سبب

امت کو اختیار اجرائی حدود و قصاص نہونیکا سبب یہ ہی کہ امت کا ہر فرد خطا کار
ہی ایسا نہو کہ اجرائے حکم قصاص مین غلطی واقع ہو کر خون ناحق ہو جائے پھر جو نبیہ امت کا
بنایا ہو خلیفہ یا امام وہ بھی خطا کار ہی یہی سبب مانع اجرا حدود و قصاص کا اسمین بھی
موجود ہی وہ کیونکر اسکی قابل ہوگا۔

دفع شبہہ

نبی اور امام یا خلیفہ منصوص بھی جسکو قاضی مفتی اور اپنا نائب مقرر کرتا ہے اور اسکو اجازت اجراے حدود اور قصاص کی دیتا ہے وہ بھی تو غیر معصوم اور جائز الخطا ہوتا ہے پھر اسکو کیونکر قابل اجراے حدود و قصاص سمجھا جاے۔ عالم دین کو نبی اور امام نے نائب عام مقرر فرمایا وہ بھی اور نائب خاص جو زمانہ امام مین تھے وہ سب جائز الخطا تھے لہذا جو خرابی امت کی بنائے ہوئے خلیفہ مین تم نے اس دلیل مین لکھی وہی امام کی نائب عام اور نائب خاص مین ثابت ہوتا ہے

جواب

یہ شبہہ اگر زمانہ ظہور امام اور خلیفہ منصوص مین کیا جائے اسکا جواب تو ظاہر ہے کہ امام کا تجویز کیا ہوا قاضی اور نائب خاص اگرچہ وہ معصوم نہین ہے مگر چونکہ امام کسی بات مین جائز الخطا نہین ہے لہذا اس شخص کی نائب مقرر کرنے مین بھی امام سے خطا نہین ہو سکتی اسکا علم امامت جو اعلی درجہ کا ہر امر کی شناخت مین ہے اسکو اس تجویز مین خطا سے منع کریگا اس نائب کو اگرچہ ہم معصوم نہین کہتے مگر اسکی احتیاط ضرور ایسی ہوگی کہ ہر ایک حد اور قصاص کے جاری کرنے مین جسقدر شروط کا لحاظ طاقت بشری سے ممکن ہے سبکا لحاظ پورا کریگا اور مقام شک اور احتمال خطا مین رجوع امام اصل کیطرف کریگا تب وہ حکم جاری کریگا۔ امت کا بنایا ہوا خلیفہ اسیر السیاق و لہوا و طمع نہین کبھی نہین ہو سکتا اسلئے کہ امت اس تجویز مین بھی مثل امام منصوص کے خطا سے محفوظ نہین

ہی کبھی کوئی اسکو تسلیم نہین کریگا کہ امام اصل کا مقرر کیا ہوا قاضی اور مفتی خطاکار نہین رہ
قاضی اور مفتی مجوزہ خلیفہ جائز الخطا ہی ہوگا بلکہ خود یہ خلیفہ جسکو امت نے خلیفہ بنایا
ہی وہ بھی مثل نائب خاص امام کی خطا سے محفوظ نہین ہو سکتا ہی رہا حضرت موسیٰ کا بھی انتخاب
چالیس آدمیونکا جسمین وقعت الخیرۃ علی المنافقین یعنی سب کے سب منافقین
برآمد ہوئی بطور امتحان الٰہی کی تھا اور یہی دلیل اسکی ہی کہ انسانی طاقت سے نبی الوالعزم کا
انتخاب بھی مثل انتخاب عام امت کے ہی - اب رہی نائبان عام زمانہ غیبت امام مین اسمین
یہ شبہہ بطور معارضہ کے البتہ قابل غور ہی مگر جب سبب غیبت امام عصیان امت اور انکی نافرمانی
جو مانع ظہور امام ہی لہذا اسکا الزام امت ہی کیطرف سے عائد ہوتا ہی ایسے زمانہ مین جسقدر
امور خلاف حق اور خلاف عدل و انصاف واقع ہوتے ہین بوجہ غیبت امام ان سبکا مظلمہ
امت منحوس پر ہی اب شبہہ کا جواب بحث غیبت امام اور اسکی اسباب کی سمجھنے پر موقوف ہی
بلکہ اگر تھوڑا سا انصاف کیا جاے زمانہ وجود ائمہ طاہرین مین کب امت نے اطاعت امام کر کی
اجراء حدود اور قصاص اسطور سے ہونے دیا جو حق ہونیکا ہی لہذا زمانہ ظہور اور زمانہ
غیبت دونو برابر ہوے از ماست کہ بر ماست ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت
ایدی الناس یہی ہی پورا جواب اس شبہہ کا ہی اگر انصاف کرو - اور ہٹ دہرمی کی اور بات ہی

۳۵ اگر کسی جماعت (کمیٹی) کو اختیار امام اور خلیفہ بنی بنانی کا ہوتا تو وہ امام اور خلیفہ
۱۹ یا تو اسی جماعت پر بھی حاکم ہوتا یا اس جماعت کو چھوڑ کر اور سب آدمیوں پر اسکی حکومت ہوتی
پہلی صورت مین تو یہ خرابی ہی کوی آدمی اپنی ذات پر کسیکو حاکم نہین کر سکتا ورنہ لازم آتا ہی
کہ خود ہی حاکم ہو اور خود ہی محکوم یہ کیسی بے عقلی کی بات ہی - اور دوسری صورت مین امام
اور حاکم عام نہو گا اور یہ جماعت امام اور خلیفہ کی بنائی ہوئی لہذا خلیفہ کا بنانا خدا اور رسول
ہی کا صحیح ہی

شبہہ اول بطور معارضہ - اگر کوی یہ شبہہ کری

کہ قاضی اور مفتی اور مجتہد پر جب کوی حادثہ پیش آتا ہی اتفاقاً اور وہ اپنے نفس پر جرمانہ
یا کفارہ یا دیت اور خون بہا وغیرہ کا حکم لگاتا ہی اسوقت بھی تو اسپر یہی بات صادق
آتی ہی کہ آپ ہی اپنے نفس پر حکم لگانیسے حاکم بھی ہی اور اسکی بجا آوری مین اپنا محکوم
بھی ہی اور اسکو ہم تم بالاتفاق جایز کہتے ہین یہی حال امت کا خلیفہ بنانیمین ہی -

مثال زید قاضی نے کوی ایسا کام کیا جسکی وجہ سے وہ اپنے اجتہاد سے مستحق کسی کفارہ
یا دیت کا ہوکر خود ہی فتوی دیا کہ مجھپر کفارہ واجب ہوا ہی اور اسے ادا کیا اب زید آپ ہی حاکم ہی
اور آپ ہی محکوم ہی اسیطرح امت کے چند لوگوں نے اجماع کرکے کسیکو خلیفہ بنی وجوب الاطاعت
عموماً ہونیکا حکم دیا - یعنے اپنے اوپر ہی اسکی حکومت مان لی

جواب یہ شبہہ محض دھوکہ کی اور غلطی سی وارد کیا ہی

اسلئے کہ قاضی او جو اپنی اجتہاد سے اپنے اوپر کوئی کفارہ یا دیت لازم کرتا ہے وہ
حکم خدا اور رسول کی تعمیل کرتا ہے اور خلیفہ یا امام بنانیوالا اگر وہ کسیے حکم خدا اور
رسول کی خلیفہ بنانیمین تعمیل نہین کرتا ہے بلکہ محض اپنی رائے اور تجویز سے خلیفہ کو
اپنا حاکم بناتا ہے خدا اور رسول کا بنایا ہوا خلیفہ اسکے حکم کی تعمیل مین محض محکوم
ہے حاکم نہین اسلئے کہ وہ اسکا بنایا ہوا امام نہین ہے فقط اسکی شناخت مین اسکو
اختیار دیا گیا ہے حاکم ہونا اسکا بحکم خدا و رسول ہے۔

اگر اہلسنت کہین

شبہہ دوم بطور نقض

اس دلیل مین براہ مغالطہ مستدل نے یہ دکھلایا ہے کوئی آدمی اپنے اوپر کسی دوسرے کو
حاکم مقرر نہین کرسکتا یہ بات اسوقت صحیح ہوسکتی ہے کہ وہ حاکم اس محکوم سے افضل
صفات حکومت مین نہو ورنہ ہر شخص اپنے سے افضل کو اپنا حاکم ان امور مین جانتا ہے
اور مانتا ہے جنمین اسکی حکومت کو تسلیم کررہا ہے یہی حال امت کا خلیفہ بنانیمین ہے۔

جواب

یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کیون حضرات آپ کہتے تہے بریاؤ
خلیفہ بنانیمین آپکی گروہ نے کیا ہے اگر افضل ہونیکی شرط آپکے مذہب مین صحیح مانی
جائے پھر تو ہمارے اور آپکے جھگڑا کیا باقی رہے تفضیل الشیخین خود آپنے اپنا مذہب قرار دیا ہے

حالانکہ تفصیل اکثر مورخ یعنی خلفای ثلثہ کا آپکو ماننا تھا بلکہ معاویہ کو افضل الناس تسلیم کرنا پڑیگا اور خود معاویہ نی بقول صاحب تاریخ کامل ابن اثیر جذری جو خطبہ مدینہ مین یزید کی واسطے بیعت لینی مین پڑھا ہی اُسکا یہی دعوی ہی کون شخص اسوقت یزید سی افضل اور اعلم اور احق بخلافت ہی اب لیجئے افضل اور اعلم کا حال اور اپنی علما کا دست ودیباچہ ہونا کونسی وصف مین انکی بارہ خلیفہ خیاب ہین اور آئمہ علیہم السلام سی افضل تو درکنار برابر بھی تھی علم اور اظہار کرامت اور اعجاز نمای مین

دلیل

۳۴/۱۱ امام اور خلیفہ نبی کیلئے افضل اور اعلم ہونیکے علاوہ کم سے کم اسکا مومن ہونا تو ضرور یقینی درکار ہی اور اسکا اطمینان کہ یہ منافق نہین ہی کوئی شخص کسیکی نسبت اسکا ادعوی نہین کرسکتا ہی ہان ظنوا المومنین خیرا گمان غالب مسلمانان نے اُسکی مومن ہونیکا ہی اور اسکا یقین کہ آخر عمر تک یہ مومن رہیگا کسیکی نسبت ہو نہین سکتا ـ اسکا یقین یا تو عالم الغیب کو ہی یا اسکی تعلیم سی نبی کو اور ہمکو ایسی شخص کی نسبت اسکا یقین ہی جو اسکے مومن ہونے پر کوئی دلیل یقینی پیش کری پھر جبکہ کسیکی مومن ہونیکا ہمکو یقین نہین اور نہ اسکی خاتمہ بخیر ہونیکا اب ہم کیونکر اسکو سردار مومنین بنا سکتی ہین

دلیل ۳۵/۱۲ اگر خلیفہ نبی اور امام بنانا امت کی

اختیار مین ہو تو نبی کا بنانا بھی امت کے اختیار مین ہو گا اسلیے کہ جسقدر مصالح نبی کی ہو سکتی ہین سب امام کی ہو سکتی ہین موجود ہین اور جب نبی کا بنانا امت کے اختیار مین نہین ہی پھر خلیفہ نبی کا بنایا کیونکر باختیار امت ہو سکتا ہی۔

دفع شبہہ

اگر کسیکو یہ شبہہ ہو کہ نبی اور امام مین بڑا فرق ہی نبی تو بانی شریعت ہی اس سے مصالح امت سیکھتے ہین خلیفہ اور امام بھی نبی سے ان مصالح کو سیکھتا ہی پس نبی کی نبوت کا ثبوت ایسے طریق سے ضرور ہے جسمین خطا واقع نہو لہذا اسکا تقرر خدا کیطرف سے ضرور ہے کہ اسمین خطا کا احتمال نہین ہی اور امام اس پایہ پر نہین ہی امام بانی شریعت نہین ہی اسکا تقرر جیسطرح اور قسم کی امیر و قاضی وغیرہ مقرر ہوتی ہین (جنکو نبی احکام کی اجرا مین مدد ملتی ہی) اسیطرحکا امام بھی ہی پھر امام کا تقرر کمیٹی اور اجماع کر کی امت کر سکتی ہی (جیسے جمہوری کانفرنس کا پریزیڈنٹ)

جواب

بس یہی سبب ہماری اور اہلسنت کے اختلاف کا ہی یہ لوگ امام کی تعریف (حد و رسم) تو وہی کرتی ہین جو ہم کرتی ہین مگر معرف جسپر تعریف صادق آتی ہی اسمین راہ صواب سے کوسون دور ہوتی جاتی ہین اوپر کی بیانات سے بخوبی معلوم ہو چکا ہی کہ امام اور خلیفہ کون شخص ہی قاضی اور مفتی اور دیگر حکام انتظامی کی برابر امام اور خلیفہ نبی کو سمجھنا یہ کوئی سنی بھی نہین کہتا ہی

نہایت افسوس کی بات ہی کہ ہم اور اہلسنت (وہابی کی سوا) سب خلیفہ نبی کو افضل الناس بعد نبی
کی تسلیم کرین اور خلیفہ بنانا یہ نہین کہین کہ جیسے اور قاضی اور مفتی حاکم مقرر ہوتا ہی ویسا
ہی حال خلیفہ کا ہی خلیفہ اور امام کو حاکم اور افسر کل حکام مقرر کردہ خلیفہ پر تسلیم کرین
اور حاکم اعلی (امام) اور حکام ادنی کو برابر ایک ہی منصبی مین تصور کرین -

دفع شبہہ یہ بھی اُن لوگونکا قول ہی کہ خلیفہ نبی یا امام کو ہم حاکم حسن راے سے
مانتی ہین (یعنی خلیفہ راوی اور بیان کرنیوالا حکم خدا اور رسول کا ہی امام اور خلیفہ بھی
صاحب شریعت نہین ہی) اسیطرح قاضی و مفتی کو بھی ہم راوی اور مفسر قول خدا اور
رسول کا جانتی ہین وہ بھی صاحب شریعت نہین ہی - پھر جسطرح ہماری تجویز قاضی اور
مفتی مین نافذ ہی امام اور خلیفہ بنانا مین کیون نافذ نہوگی اس بیان سی یہ بھی ثابت ہوگیا کہ
جو آیت یا خبر ہمکو قاضی اور مفتی بنانیکا اختیار دیتی ہی وہی آیت او رحدیث خلیفہ و امام
بنانیکی اجازت دیگی **جواب** یہ شبہہ بطور مغالطہ کی ہی نہ قاضی اور
مفتی بنانیکا اختیار ہمکو خدا نی دیا ہی اور نہ خلیفہ اور امام بنانیکا بلکہ قاضی اور مفتی
اور خلیفہ نبی سب کا بنانا خدا ہی کا کام ہی ہمکو بس اسیقدر اختیار دیا ہی کہ ان اوصاف کو
جو قاضی اور مفتی یا خلیفہ نبی کی ہین جس شخص مین پائین اُسکو پہچان کر قاضی
اور مفتی بنائین اگر جسقدر اوصاف اور شروط خلیفہ نبی کی ہین وہی شروط

اور اوصاف قاضی اور مفتی کی ہین پھر تو قاضی اور مفتی اور خلیفہ نبی سب برابر ہین اسکو تو کوئی مسلمان تسلیم نکریگا رہی مساوات حکومت کا دھوکا یہ بھی پہلا ہوا ہی اسلئے کہ خلیفہ یا امام کی حکومت خدائی مثل حکومت نبی کی واجب کی ہی اسلئے کہ وہ اولی الامر ہی اور قاضی اور مفتی اس اولوالامر کا نائب ہے نائب اور منیب کے حکومت کبھی برابر ہو سکتی ہی

چھتیسوین دلیل

(۳۶) خلیفہ نبی اور اولو الامر کے اطاعت مثل اطاعت نبی کی ہر امر مین واجب ہے اور یہ بات اسیوقت ہو سکتی ہی کہ اولوالامر کسی حکم مین خطا پر نہو امت کا بنایا ہوا خطا کار اگر کسی حکم مین خطا پر ہو اسکی اطاعت اگر اسوقت ہم کرین تو گنہگار اسلئے کہ خلاف حکم خدا و رسول اسکا حکم ہے اور نہ کرین تو امام کی نافرمانی کا گناہ ہمپر ہوگا۔ اور امام کا تقرر گناہ سے بچنے کی غرض سے واجب ہے لہذا امت کا مقرر کردہ امام عام طور پر واجب الاطاعت نرہا اب وہ امام ہی نہین ہی۔

سینتیسوین دلیل

(۳۷) اگر امام بنایا ہوا امت کا عام طور سے واجب الاطاعت مثل نبی کی ہی بعض اسکے احکام کی پیروی مین جو براہ خطائے بشری کرے ہم گنہگار بھی ہونگے مستحق سزا اور مستحق اجر اور ثواب بھی ہونگے گنہگار تو اسوجہ سے ہونگے کہ امام کا حکم خلاف حکم خدا براہ خطاکاری صادر ہوا ہے

جسکا بجا لانا گناہ ہی اور مستحق اجر سواسطی ہوگی کہ امام کی حکم کی اطاعت کی ہی اور یہ بات محض
غلط ہی (محال) کہ ایک ہی کام کرنیسے اوسیوقت آدمی گنہگار بھی ہو اور مستحق ثواب بھی ہو

سینتیسوین دلیل

۳۷) خلیفہ نبی یا امام کا معصوم ہونا براہ عقل اور شرع کی واجب ہی جسکے
دلائل ۳۹ تا ۱۰۳۰) اسی کتاب مین لکھی جائینگی اور معصوم کی شناخت بجز خدا یا نبی
کی اور کسیکو نہین ہی اور امت کو شناخت دو طرحسی ہوتی ہی یا تو خدا اور نبی کسی شخص خاص
یا چند اشخاص کی نسبت ظاہر فرماوے اور اگر خدا یا نبی کا ارشاد کسیکی عصمت پر نہو تو وہ معصوم
اپنی عصمت پر آیات اور کرامات ظاہر کرے لہذا امام کا تقرر امت نہین کر سکتی

اٹھتیسوین دلیل

۳۸) امامت اور وصی نبی کا مسئلہ اگرچہ عقلی دلائل سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہی مگر یہ مسئلہ خاص
مسائل مذہبی مین ہی لہذا اسکو دیکھنا لازم ہی کہ انبیا علیہم السلام نے اپنے وصی اور جانشین
کرنیمین کیسا برتاو کیا ہی فرق اسقدر ہی کہ اوصیای انبیا مین سے بعض کو نبوت کا درجہ
بھی حاصل تھا جیسے حضرت سلیمان اور حضرت ہارون علیہما السلام اور ہمارے نبی پر چونکہ
نبوت ختم ہو چکی تھی انکا وصی نبی نہین ہو سکتا مگر وصی ضرور تھا۔ اب دیکھو حضرت
موسی نے اپنے وصی اور وزیر کی نسبت خدا سے دعا کی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور
خلیفہ مقرر کر دے امت درکنار خود حضرت موسی اپنے خلیفہ کا تقرر بدون حکم خدا کے نکر سکے

اور اسیوجہ سے ہماری نبی نی حضرت علی کے حق مین فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسے
جس سی یہ بھی ظاہر ہی کہ جسطرح حضرت موسی نی حضرت ہارون کی نسبت خدا سے
دعا کی تھی ہماری نبی نی بھی اپنی خلیفہ کیواسطی خدا سی دعا کی ہی اسلئی کہ حدیث منزلت
مین چونکہ جناب رسول نی حضرت علی کو عام طور سی مثیل ہارون کی قرار دیا ہی اس عموم
سی فقط نبوت کو مستثنی کر دیا ہی یہ دلیل ہی کہ جسطرح ہارون کو خدا نی خلیفہ نبی مقرر کیا تھا اسیطرح
حضرت علی کو بھی خدا نی ہمارے نبی کا خلیفہ بنایا ہی اسلئے کہ علم اصول فقہ مین ثابت ہوا ہے کہ عام مخصص
باقی مین حجت ہی لہذا یہ حدیث منزلت بھی پوری دلیل اس دعوی کی ہی کہ خلیفہ نبی خدا مقرر کرتا ہے اور
جناب امیر بھی خلیفہ مقرر کردہ خدا ہین —

انتالیسوین دلیل ۳۹

(۳۹) حضرت سلیمان کو نبی اور آپکی وصی ہونیکا حال تاریخی ہماری امام ہمام
صادق آل محمد سی بروایت کافی کلینی یہ ہی کہ خدا نی جناب داود پر وحی نازل کی کہ اپنی
اہل مین سی اپنا وصی تجویز کرو حضرت داود کی ایک ایسی زوجہ تھین کہ انکی
ایکو محبت زیادہ تھی انسے جب حضرت داود نی ذکر کیا انھون نی اپنی فرزند کی
سفارش کی اور حضرت داود کا ارادہ بھی ہوا مگر خدا نی فرمایا ای داود جلدی
نکرو جبتک کہ میرا حکم تعیین وصی مین نہ آجائے چنانچہ وہ جناب حکم الہی کی منتظر رہے
تا اینکہ دو آدمی فریادی حضرت داود کی پاس آئی بھیڑ اور انگور کی بابت اب خدا نی

نازل کی ای داود اپنی فرزندونکو جمع کرو اور اس استغاثہ کا فیصلہ انکی سپرد کرو جو ٹھیک
فیصلہ کردی وہی تمھارا وصی ہی چنانچہ حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ درست برآمد ہوا
اور حضرت داود نی فرمایا کہ میرا ارادہ کچھ تھا اور خدا کا ارادہ کچھ ہوا وہی جو خدا
کو منظور تھا جناب صادقؑ نی فرمائی ہین یہی حال کل اوصیا کا ہی کہ حکم الہی سی بجز تعین اپنی
وصی کے تجاوز نہین کرتی

چالیسوین دلیل

(۴۰) امامت اور خلافت کو خدا نے اپنا عہد ارشاد
کیا ہی چنانچہ حضرت ابراہیم سی فرمایا لا ینال عہدی الظالمین اور خدا کا
عہد بعہود پورا کرنا کام خدا کا ہی یا انسان کا رہی دوسری آیت اوفوا بعہدی
اوف بعہدکم میری عہد کو پورا کرو اس سی مراد یہی ہی کہ ظالمین کو اپنا امام
نہ قرار دو اسلئے کہ عہد خدا یہی ہی کہ امام ظالم نہین ہوسکتا اور جو غیر معصوم ہو ہی
ہر وقت صدور خطا وہ ظالم ہی لہذا ہمکو ایفاے عہد الہی کا جب ہی یقین ہوگا
جب ایسی امام کی پیروی کرین جو ظالم نہو اور اسکی شناخت علم بشری سی باہر ہے جبتک خود
وہی امام اپنی عصمت کا ثبوت نہ کردے اور وہ امام وہی ہے جسکو خدا نے
مقرر کیا ہے۔

اکتالیسوین دلیل

(۴۱) حدیث مروی فریقین من مات ولم یعرف امام زمانہ
مات میتۃ جاھلیۃ جو شخص اپنی امام زمانہ نہ پہچانی اسکی موت کفر پر ہوگی

اس حدیث مین امام کی شناخت کو واجب فرمایا ہی اور شناخت کرنا اُسی چیز کا ہوتا ہی
جو ہمارے تقرر یا بنانے سی پہلے موجود ہو چکی ہو اور جس امام کو ہم اپنی تجویز سے
امام مقرر کرین اُسکی شناخت کی کیا معنے اگر یہ معنی ہین کہ اوصاف مخصوصہ
امام کے جسمین ہون اُسیکو ہم اپنا امام سمجھین پھر تو صاف ظاہر ہی کہ وہ
امام ہمارا بنایا ہوا نہین ہی آور اگر کچھ اور معنے شناخت کی ہین جس سے ہمارا
اختیار امام کے بنا نیمین ثابت ہو اُسکا بیان اہلسنت کی ذمہ پر ہی۔
امام کا پہچان لینا یہ اور بات ہی اور امام اور خلیفہ کا بنانا اور بات ہی اور
یہی ارشاد ہمارے امام صادقؑ کا ہی فرماتے ہین ہم گروہ آئمہ وہی
لوگ ہین جنکی اطاعت خدا نے فرض کی ہی آدمیونکے اختیار مین بجز ہماری
معرفت کے اور کوئی بات نہین ہی ہماری پہچان نہونیکا عذر خدا نہ سنیگا بلکہ
ہر شخص پر واجب ہے کہ ہمکو پہچانے جس نے ہمکو پہچانا وہ مومن ہی اور جس نے پہچانکر
ہماری امامت سی انکار کیا وہ کافر ہی اور جسنے ہمکو نہ پہچانا اور نہ ہماری امامت سی انکار
کیا وہ گمراہ ہی گا جبتک اُسی ہدایت پر نہ آجای جسکو خدا نے اُسپر واجب کیا ہی
ہماری اطاعت کرینیسے پھر اگر اپنی اسی گمراہی پر مر جای خدا کو اختیار ہے
جو چاہی اُسکی نسبت بروز قیامت حکم جاری فرمائے۔

بیالیسوین دلیل (۴۲/۴۲) وصیت کرنا خدا نے ہر شخص پر واجب
فرمایا ہی اور جناب رسول خدا نی بھی وصیت کرنی پھر امت کو رغبت دلای ہی بلکہ تاکید
فرمایا ہی جو شخص بلا وصیت کرینکے مرجای اُسکی موت جاہلیت کفر پر ہوگی۔
وصیت کرنا جملہ امور دینی اور دنیوی مین واجب ہے جنکا تعلق وصیت کرنیوالی
سے بعد اسکی مرنیکے ہوتا ہی۔ انبیا علیہم السلام کا بڑا کام ہدایت امت کی ہی بحالت حیات
اور بعد وفات جبتک انکا دین قائم رہی اور دوسرا نبی مبعوث نہو ہمارے نبی
صلعم کو اپنی امت کا تعلیم کرکے راہ راست پر رکھنا تا قیامت واجب تھا اسلئے
کہ نبوت ختم آپ پر ہوچکی تھی - لہذا اپنی خلیفہ اور وصی کا تقرر اور اسکی نسبت
وصیت کرنی حضور پر جملہ امور سے زیادہ تر واجب تھی اب کوی مسلمان اور
صاحب عقل ایسے ترک واجب کا صدور ہمارے نبی سے واقع ہونا تسلیم کرسکتا ہی جبکہ بموجب
قران اور احادیث متواترہ اور عقل سلیم سے ظاہر ہوگیا ہماری نبی پر نعوذ باللہ یہ
آیت صادق آسکتی ہی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم امت پر تو وصیت
کرنا تم واجب کرتی ہو اور خود اس واجب کے بجا آوری کو بھول جاتے ہو اور پھر ایسی ضروری
وصیت کفار اور منکرین نبوت ہماری نبی کی جو درپی الزامات بیجا ہمیشہ رہتی ہین اگر
اُنپر ترک وصیت ہذا ثابت ہوجاتا اس سے بڑھکر کوی الزام ایسا نہ تھا جو ہمارے نبی پر

نہ لگائی - اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہمارے نبی نے اپنے خلیفہ کی نسبت
کوئی وصیت نہین فرمائی اُنسے زیادہ ہمارے نبی کا دشمن کوئی نہین ہے کہ اس خدا کو
ایسے الزام کا مستوجب ہونا پیش کفار ثابت کراتے ہین - پھر جب خلیفہ کی نسبت
وصیت کرنا ہمارے نبی پر واجب ثابت ہوا اور کوئی عذر شرعی اس واجب کے
ترک فرمانے پر نہ تھا لہذا ضرور اپنے خلیفہ کی نسبت وصیت فرمائی ہے
اور وہی احادیث جنکو اہل حق روایت کرتے ہین سچی ہین اور مخالفین کا قول
کہ حضور نے وصیت نہین فرمائی محض غلط ہے پھر جب نبی کی وصیت ثابت ہو چکی
اب امت کا اختیار تقرر خلیفہ مین کہان باقی رہا وہو المطلوب - دلیل (۴۳)
خلیفہ اور جانشین کسیکا فرض کرو وہی شخص ہوتا ہے جسکے پاس وہ علم اور وہ سامان
مخصوص بہ منیب موجود ہو جسکا وہ خلیفہ ہے تا کہ بروقت ضرورت اپنے خلیفہ ہونیکی اثبات
مین اُنکو پیش کر کے اپنا خلیفہ ہونا ثابت کر دے - جب یہ قاعدہ کل کارہای دنیو مین
جاری ہے اور عقل سلیم بھی اسکو ضروری تجویز کرتی ہے پھر نبوت کا عہدہ جو کہ جامع
جمیع امور دینی اور دنیوی کا ہے اسکی جانشین اور وصی اور خلیفہ کا اس ضروری
قانون سے جدا ہونا اور اسکے پاس نبی کا کوئی ایسا امر جس سے اس نبی کی نبوت اور اپنی
نیابت اور خلافت ثابت کر سکے نہونا سراسر خلاف عقل ہے لہذا ہمکو ضرور ہے دیکھین او

تلاش کرین کہ ہمارے نبی صلعم نے یہ برتاو کسی نبی وصی اور خلیفہ کیساتھ کیا یا نہین کیا
ضرور کیا اور بہت سی نشانیان اپنی نبوت کی اپنی وصی کو سپرد فرمائین اور ان
علامات اور شواہد کا موجود ہونا ہمکو آج تو صحیح تاریخین بتلاتی ہین اور زمانہ وجود اوصیا نبی مین
بروقت احتجاج چشم دید حضار تھا اور یہی طریقہ کل انبیا علیہم السلام کا اپنی اوصیا
کی نسبت جاری رہا بلکہ بعض معجزات کا صدور اوصیا نبی سی بشہادت قرآن مجید ثابت ہی
آصف ابن برخیا کا قصہ قرآن مجید مین پڑھو وقال الذی عندہ علم من الکتاب
انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک کہ چشم زدن مین بلقیس کا تخت
اپنی حاضر کردیا وہ دور دراز فاصلے سے ہمارے آئمہ کا تو یہ دعوی ہی کہ جسقدر علامات انبیاء
سابقین کی پاس تھی سب ہمارے پاس موجود ہین مثل السلاح فینا کمثل التابوت
فی بنی اسرائیل سلاح کی مثال ہم مین تابوت سکینہ بنی اسرائیل کی ہی پھر جب ان علامات اور دلائل نبوت اور
امامت کا موجود ہونا ان خلفا دعوی کی پاس ثابت ہوا اب انکا وصی اور خلیفہ نبی ہونا منجانب خدا و رسول
بھی ثابت ہوگیا اب کسیکو کیا مجال ہی جو اپنی رای سے خلیفہ مقرر کرے یہ دلیل اگرچہ برہانی ہی مگر دلیل
وجوب وصیت سے ملا کر برہان لمی ہو جاتی ہی اثبات اس دلیل کا ہم کتب معتبر اہلسنت کی بھی بخوبی
کرسکتے ہین۔

(۴۴) چوالیسوین دلیل

خلیفہ نبی یا امام کا مقرر کرنا اسکا جاننا یا اسکی شناخت واجب ہی اور مقرر کرنا کام خدا

یا نبی کا ہے -
مقرر کرنا کسی شخص کا عہدہ خلافت پر خواہ کسی منصب پر بعد شناخت اس امر
کے ہوتا ہی کہ یہ شخص قابل اس عہدہ کی ہی یعنی جتنے امور بجا اوری عہدہ خلافت
کو ضروری ہین سب اسمین موجود ہین اور ہمیشہ موجود رہینگی اور اسکی شناخت
چونکہ علم بشری سی باہر ہے لہذا تکلیف مالا یطاق ہی اگر یہ بابت امت پر واجب ہو
ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا تحمل اور برداشت سے زیادہ خدا کسیکو تکلیف
نہین دیتا ہی اور جو ذریعہ شناخت امام اور خلیفہ کا یقینی ہی وہ یہی ہی کہ خدا یا رسول
کسیکی امام ہونی پر نص کر دے اور جب امام وہی ٹھیرا جو منصوص من اللہ یا من الرسول ہو
اب امت کا اختیار تقرر خلیفہ اور امام مین باطل ہو گیا وہو المطلوب پچیسوین دلیل ۲۵
امام اور خلیفہ ہادی کل امت کا ہی اور امت مہتدی یعنی ہدایت قبول کرنیوالی ہی اور تقرر امام
اعلی درجہ کی ہدایت ہی جو خاص کام خدا کا ہی اسکی بعد جسکو خدا یہ منصب عطا فرمای نبی یا امام
یا علماے دین جو نائب امام ہین سلام اللہ علیہ اب اگر امت کے اختیار مین تقرر امام بھی مانا
جای تو امت ہادی بھی ہوگی اور مہتدی بھی اور یہ محال ہی اسلئے کہ قابل ہدایت فاعل بھی
اسکی ہدایت کا نہین ہو سکتا ہی ورنہ علت بھی ہو اور معلول بھی فرض کرو کہ لکڑی آرہ
سی کٹجاتی ہی تو آرہ کاٹنے کا فاعل ہی اور لکڑی کٹنی کی قابل ہی اب یہ محال ہی کہ

لکڑی خود ہی اپنی کاٹنے والی ہو اور خود ہی کٹنے والی لہذا ہادی کا تقرر فعل امت کا
نہین ہو سکتا یہ تو وہی بات ٹھہری ؎ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ
فاعل ہر امر منفعل جدا ہوا ہے اثر کا ہے **چھیالیسوین دلیل (۴۶)** حدیث ثقلین مین ہمارے نبی نے دو
ہادی اپنی امت کیواسطے اپنے بعد چھوڑنیکا صاف ارشاد فرمایا قران اور اہلبیت اور دونو
کی پیروی اور دونو کا ساتھ رہنا تا روز قیامت یہ بھی ظاہر کر دیا قران خدا کا مقرر
کیا ہونا یہ تو صاف ظاہر ہی رہا دوسرا ہادی جو اہلبیت سے ہے اسکا بھی تقرر بحکم خدا
نبی نے ارشاد کر دیا اس حدیث مین تو بالاجمال اسلیے کہ نبی اپنا فعل تقرر ہادی دوم
ارشاد کرتے ہین جو بدون حکم خدا نہین ہو سکتا اور دیگر احادیث مین نام بنام آپ
اسکے بعد امام اور خلیفہ بنانیکا اختیار امت کو کہان باقی رہا اور دلائل عقلیہ بھی
اسی حدیث متواترہ پر ہم لکھ چکے اس حدیث مقدس مین صاف طور سے وارد ہے کہ
ہادیان امت جنکی پیروی مین گمراہی سے امت بچے گی انہین دو مین منحصر ہے اور تنہا قران
بدون ہادی دوم کے جو مفسر اور حامل قران بلکہ بقول جناب امیر قران ناطق
وہی ہے کافی ہدایت مین نہین ہے اب ان دو کے سوا تیسرا ہادی امت کا
گمراہ ہو یعنی امام کب ہادی ہو سکتا ہے اس حدیث کی توجیہ اور تفصیل عبقات الانوار کی مجلد ثقلین مین دیکھو
سینتالیسوین دلیل (۴۷) امت اجماع کرلے اگر کسیکو خلیفہ نبی بنانا چاہے تو اس

شخص کو اسکا قبول کرنا براہ عقل واجب ہے یا براہ نقل یا اسکو اختیار ہے چاہے منظور
کرے یا نہ کرے - پھر اگر وہ شخص معصوم نہین ہے بلکہ جائز الخطا ہے اور صاحب ورع اور
تقدس بھی ہے اور اپنے کو قابل ادا کرنے اس امانت خدا کی بوجہ جائز الخطا ہونیکے نہین
سمجھتا اور اس نظر سے اُسنے انکار کردیا اب دوسرا اور تیسرا آدھمکا جو شخص صاحب
دیانت اور غیر معصوم ہوگا ضرور انکار کریگا ابوبکر کا قول (صمیم قلب سے ہے یا نہو)
لست بخیرکم و علی فیکم یعنی علی کی موجودگی مین قابل خلافت نبی کے
نہین ہون اسی بات کو ظاہر کرتا ہے کلمہ حق بر زبان جاری - اچھا براہ نقل
تو اس عہدہ کو قبول کرنا کسی پر ہرگز نہ واجب نہین ہے اسلئے کوی حدیث نہ کوی آیت
اس مضمون کی وارد ہے کہ امت جسکو امام بنائے اسپر قبول کرنا عہدہ خلافت کا
فرض ہے اور دلیل ۵۷/۲۹ مین ابوالحسین کا استدلال باطل کیا جائے گا اب رہی
عقل کسی مسلمان کا یہ مذہب نہین ہے کہ چھوٹا سے چھوٹا مسئلہ مسائل دینیہ کا محض
تجویز عقلی سے ثابت ہوتا ہے جبتک اسکی تائید دلیل نقلی سے نہو نہ کہ اتنا بڑا اہم مسئلہ
اب یہی بات رہی کہ اس خلیفہ پر اسکا قبول کرنا واجب نہین ہے نہ شرعًا اور نہ عقلًا
بلکہ اسے اختیار ہے چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور قبول کرنیکے بعد بھی جب چاہے اس عہدہ
سے مستعفی ہوجائے اور یہ صفت امام اور خلیفہ نبی کی نہین ہے اہلسنت بھی خلیفہ یا امام

کا عہدہ سے جدا ہونا از خود یا بتجویز امت سے ہرگز جائز نہین سمجھے لہذا امام وہی ہوگا
جسکو اس عہدہ کا قبول کرنا اور بعد قبول کے پھر اس عہدہ سے جدا ہونا شرعاً اور عقلاً
واجب ہو مثل نبی کے اور یہ بات ایسے امام مین ہوگی جسکو خدا یا رسول مقرر کرے امت کا بنایا ہوا
کبھی خلیفہ برحق اور امام مطلق نہین ہو سکتا اور نہ کوئی خلیفہ نبی اور امام الٰہی ہوا ہے **اٹھتالیسوین دلیل**
(۴۸) ہر شخص بجائے خود اپنی لیاقت اور اپنی قوت علمی و عملی کو خوب جانتا ہے الانسان
علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ اپنی ذاتی امور کو ہر شخص بعلم حضوری جانتا ہے نبی کا
خلیفہ ہونا اسکو جو امور خدائی اور امامت یا نبی نے سپرد کی تھی بہ نیابت نبی خلیفہ کو سب کرنی ہوگی
ہمارے نبی کا یہ بھی ایک ضروری کام تھا کہ یہود اور نصاریٰ کی کتب مین جو احکام الٰہی نازل ہوئے
قرآن مجید کے احکام سے انکا مقابلہ کرنا بشارات جو کتب سابقہ مین ہمارے نبی اور اوصیاء نبی کی تھے
انکو یہود اور نصاریٰ پر بحوالہ صحیحہ ثابت کرنا ایضاً خواص اور لوازم نبوت اور امامت جو کتب آسمانی مین
وارد ہوئے ہین انکو اپنی ذات اور اپنے نائب اور خلیفہ مین موجود دکھلانا یہ سب ایسے امور ہین کہ خلافت
خلفائے ثلثہ مین بھی واقع ہوئی اور انکی پوری تحقیق اور تصدیق اگر کی جاتی خلافت در کنار
ہمارے نبی کی نبوت مین شبہہ پڑ جاتا یہ سب امور تاریخ اسلام ہمکو دکھلا رہی ہے کہ سوائے خلیفہ
برحق علی علیہ السلام کے کسکی مجال تھی جو اسکا انجام کرتا۔
اب فتوائی اور یاد کیجئے ایسے اوقات مناظرہ اور مباحثہ مین کہ اومنین سے بعض اوقات

اظہار معجزہ اور کرامات کے اسلام پر سخت حملہ ٹل نہین سکتا تھا اس کو بنا بر ہو گی
خلیفہ مصنوعی کی خلافت اُسیوقت باطل ہو جاتی تھی اور یہود اور نصاریٰ کہدیتے بھی
انت وصی المصطفےٰ احقا یہ بات چھپانی سے چھپ نہین سکتی ہی پھر جب اُن خلفائے مصنوعی
مین یہ لیاقت نہ تھی اور نہ امت انکو اس قابل جانتی تھی اور نہ جان سکتی تھی اب
یہ فعل براہ عقل کیسا قبیح ثابت ہوا خلیفہ بنانی والی اور نبیؐ بنانے والی دونو کی
دیانت کا ظہور اسی سے ہو گیا اور یہی ہمارا دعویٰ ہی کہ امام اور خلیفہ بنانا خدا یا نبی کا
منصب ہے امت کو ہرگز اختیار نہین ہی

انچاسوین دلیل (۴۹)

جس شخص مین شرائط امام
اور خلیفہ بنی ہونیکے موجود ہون وہ خود تو اپنی امام ہونیکا دعویٰ نکرے بلکہ کسی اور کو اپنا امام تسلیم کرے
اسکی تین صورتین ہوسکتی ہین (۱) یا تو وہ شخص غیر اس سے زیادہ تر لایق ہی اب یہ
تسلیم کرنیوالا مستحق امامت نہ رہا (۲) یا وہ دوسرا شخص اس سے کم اوصاف امامت مین ہی اب
تفضیل مفضول لازم آوے اور یہ بھی ونا کامی اسکی مقرر کرنیسے امور تدبیریت مین ہوگی اور یہ کسیطرح جائز
نہین ہے غرض مطلوب کے منافی ہے پوری ہدایت نہوگی (۳) یا دونو شخص شرائط
امامت کے جمع ہونیمین برابر ہین اب اسوقت چونکہ ہر شخص پر اصلاح امت کی برابر واجب ہی
لہذا اپنا بار دوسرے پر بلا عذر صحیح ڈالنا کسی دلیل سے جائز نہو گا بلکہ دونو پر ترک واجب کا
الزام قائم ہو کر دونو کو فاسق اور مرتکب فعل حرام کا کر دیگا۔

یہ دلیل اگرچہ عقلی ہی مگر اسکی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہی اذا ظہرت البدع فی امتی
فلیظہر العالم علمه وان لم یفعل فعلیه لعنة الله جب میری امت مین بدعت
ظاہر ہو عالم کو لازم ہی اپنے علم کا اظہار کری اگر نہ کریگا اسپر لعنت خدا کی - پھر جونکہ
اظہار علم (ہدایت) کا امر فوری ہی لہذا جسقدر تاخیر اسمین بلا عذر کوئی کریگا ضرور فاسق
ہوگا - یہ خرابی اسیوقت ہوگی جب امام اور خلیفہ بنانی یا بنجانی کا اختیار امت کو ہو
اور خلیفہ مصنوعی کو اختیار قبول اور عدم قبول کا ہو جیسا کہ دلیل (۴۷) مین گذرا
اور جب یہ اختیار خدا اور رسول کو ہی جسوقت خدا مناسب جانیگا اسیوقت نبی یا امام
مقرر کردیگا اور وہ نبی یا امام جونکہ معصوم ہی چشم زدن بھی تاخیر اظہار مین اپنی منصب
کی نکریگا - بچاسوین دلیل (۵۰) - خلافت نبی اور امامت کی حکومت اور
سلطنت ہر ایک حکومت سی اعظم اور زیادہ ہی عوام امت یا خواص امت مین بھی کسیکو
ثابت نہین ہی یعنی کوئی شخص اسکا مجاز نہین ہی (بدون تقرر خدا و رسول)
کہ اپنی آپکو خلیفہ یا امام بنا سکے پھر جب امام اور خلیفہ نہین بن سکتا ہی آپ سے دوسریکو کیونکر
خلیفہ یا امام بنا سکتا ہی - انچہ برخود نہ پسندی بر دیگران مپسند - نہایت ظاہر بات
ہی کہ آدمی جسقدر اپنی ذات پر اطمینان ہر قسم کا رکھتا ہی دوسر کا کیا ہی معتمد ہو کبھی اسپر
ایسا اطمینان نہین کر سکتا - ہان معصوم کی اور بات ہی یعنی اگر معصوم کو امام قرار دے

اکانوین دلیل

پھر تو وہی بات ہوگی کہ خدا کا بنایا ہوا امام ہے۔

(۵۱/۴) امت کو سپرد کرنا نصب امام کا ہرج و مرج اور فتنہ و تنازع باہمی کا باعث ہے اسلئے کہ آدمی کی مذہب مختلف ہیں اور رائیں اور تجویزیں سبکی متباین اور نیز اعتقادات سبکی جدا جدا پس ہر ایک صاحب مذہب اپنی مذہب کا امام مقرر کریگا اور دوسرے مذہب کے امام کو اپنا حاکم نہ مانیگا۔ معتزلی اُسی امام کو مانیگا جو معتزلی ہو اور جبری کا امام جبری ہو درکار ہے اور خارجی کو خارجی وغیرہ وغیرہ اور جب ہر ایک فرقہ اپنی ہم مذہب کو امام بنائیگا دوسرا فرقہ اس سے نزاع برپا کریگا اور یہی ہرج عظیم ہے اور فساد شدید ہے۔ شفقت ہماری نبی کی اپنی امت پر اور رحمت خدا کی اپنی بندون پر اسکی مقتضی ہے کہ جھگڑے اور فساد کو دور کردینے کہ ایسی نوبت پیش آمد کرے جس سے امت لڑ کے جھگڑ کے تباہ ہوجائے۔ حالانکہ خدا نے ایسی ایسی چند احکام بھی جاری فرمادیے جنکا نفع نصب امام سے بہت کم ہے محض بغرض رفع فساد۔ پھر کیونکر لائق ہے نظر بہ رحمت الٰہی اور شفقت رسول کہ رعایا کو ایسی بڑی فساد اور نافع بحق عباد نصب امام کو ترک کرکے امت کو ہرج مرج میں حیران چھوڑ دیں نہایت نامناسب ہے اور کوئی عاقل اپنی نفس پر ایسی خراب کن بات پر راضی نہوگا

(شبہہ اہلسنت)

اگر اہلسنت یہ کہیں کہ یہ تجویز انکی واقع تو نہوی مراد یہ ہے کہ خدا نے امام مقرر نکیا یا یہ مراد ہے

کہ مقرر کرنیسے لڑائی جھگڑا ہرگز نہ مٹا۔

جواب

اسکا یہ ہی کہ پوری جہالت ہی خدانی ضرور مقرر کردیا اور اپنی رحمت کا جو کچھ مقتضے تھا وہ جاری فرمادیا ہان زمانہ علی اور معاویہ مین جو لڑائیان ہوئین یا زمانہ حسنین علیہما السلام مین یہ سبب اختیار امت ہی خدا پر اقامت حجت کے بعد الزام کچھ نہین ہی پھر یہ بھی سوچو بالفرض اگر زمانہ گذشتہ مین ہماری تجویز پوری نہ ہوئی یعنے باوجود امام منصوب من اللہ کے قطع نزاع برطرف نہ ہوئی تو آئندہ اسکا واقع ہونا واقعات گذشتہ پر بنا کرکے ضروری نہین ہی مراد یہ ہے کہ جو اسباب مانع رفع فساد کے زمانہ وجود امام منصوص مین پائی گئی زمانہ آئندہ مین انکا ہونا کیا ضرور ہی یہ اشارہ ہی زمانہ رجعت آئمہ اور زمانہ ظہور صاحب الامر علیہ السلام کیطرف (م) ایضاً محض تجویز عقلی ہماری کافی ہی اختیار امت کے باطل کرنیمین بر طبق اصول علم مناظرہ

مین کہتا ہون یہ دلیل اچھی ہے (ھ) مگر آپکی ہی دوسری خرابی اسمین یہ ہی کہ حدوث مذاہب مذاہب معتبر کیلیے جیسے غیرہ بعد تقرر خلفا کی ہوا ہی اور نصب امام حدوث مذاہب سے پہلے ہمارے عقیدہ مین ہو چکا پھر خصم اسکو کب تسلیم کریگا موجب ہمارے عقیدہ کی بلکہ اس دلیل کی تقریر میرے نزدیک یون مناسب ہے

تقریر دلیل بطریق مجوز مترجم

امت کے اختیار نصب خلیفہ نبی اور امام کے قائل ہوئے اور قائل ہو کر اسپر عملدرآمد کرنے کے جیسا کہ

فساد اور فتنہ اور شر امور دنیوی اور دینی مین برپا ہونا ضروری تھا اور ویسا ہی
واقع بھی ہوا اب دنیوی فساد تو خلفا کی تاریخ پڑھنے سے بخوبی ظاہر ہی حتی کہ خلافت بلکہ
نبوت مخالفین اسلام کی نزدیک محض سلطنت دنیوی سے نامزد ہو گئی اور شخصی سلطنت
جمہوریت سے بدل گئی دینی فساد فقط بغرض حفظ ناموس خلیفہ مصنوعی کی توحید اور عدل
اور حسن و قبح عقلی اور جبر اور اختیار اور عصمت امام بلکہ انبیاء کا مسئلہ اور صدور
قبائح کا جو خدا ہی پاک ہے اور صدہا مسائل معاد کو اور صدہا مسائل فروعیہ اسلام کو تحریف
آیات قرانیہ افترا بنی برحق پر صدہا احادیث موضوعہ جو مسانید خلفا مین اخفای و اخفای احادیث صحیحہ
اعلان اباطیل الغرض اصول اور فروع دین اسلام مین ایسا انقلاب عظیم اسی سوء اختیار
سے پیدا ہوا کہ ایک فرقہ حقہ کو (۷۲) ہو گئے خاندان نبوت اور خصوصاً جنکی امامت
منصوص من اللہ زبانی رسول تھی انکی ساتھ عداوت اور اس سے بڑھکر کوئی کام اہل اسلام
کو ضروری باقی نرہا - یہ سب امور نتائج اسی اختلاف کے ہین کہ خلیفہ رسول کا امت کے اختیار
مین ہے - اگر اہلسنت یہ کہین کہ فرقہ امامیہ جو قائل امام منصوص کے ہین انمین کیون
اختلاف مذاہب پیدا ہوا - اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی آپ ہی کی بدولت ہے اسلئے کہ جب
ائمہ علیہم السلام کی اطاعت امت نے نہ کی اور انکو اظہار امر حقہ کا موقع نہ دیا انکا
رعب و داب امت کے قلوب سے اٹھا دیا اور افترا علی اللہ اور علی الرسول کا دروازہ

اپنے کھولا خربوزہ کو دیکھکر خربزہ رنگ پکڑتا ہے اور تقیہ کی ضرورت ہادیان
برحق کو محسوس ہوئی فرقہ شیعہ کے بعض نادان کم فہم لوگ بھی راہ حق سے تحقیقین
ہواجس نفسانی اور خواہشہائے دنیوی سے جدا ہوگئے ہیں ای باد صبا این ہمہ آوردہ تست
اور بمصداق الکفر ملۃ واحدۃ جب اسلام کا رنگ بگڑا پھر اُسے کون روک سکتا ہے
یہ مختصر تقریر ایسی ہے اگر اسکی تفصیل کروں ایک پوری کتاب اسکی توضیح مین لکھ سکتا ہون
یہانتک جسارت اُمت کی اسی سوء اختیار سے بڑہی باوجودیکہ جناب امیر کو چوتھا خلیفہ
تسلیم کرچکے تھے انکی نباش اول حسن بصری کی ایکروز وضو مین پانی زیادہ ایک مد
(جو وزن مسنون ہے) سے گرایا تھا جناب امیر نے انکو فرمایا قد اھرقت کثیرا من الماء
تمنے پانی زیادہ گرایا حسن بصری نے جواب دیا (خاکش بدہن) قد اھرقت کثیرا
من الدماء آپنے خون زیادہ بہایا یعنی جنگ صفین و جمل مین یہ نتیجہ اسی
عقیدۂ فاسدہ کا تھا کہ خلیفہ اور امام کا (بلکہ نبی کا) معصوم ہونا ضروری نہین ہے
اور خطاکار خلیفہ ہو سکتا ہے **باونوین دلیل** (۵۲/۱۱) امام وجب ہے
کہ اپنے زمانہ کے سب لوگون سے دین مین اور علم اور ورع مین (پرہیزگاری مین) افضل اور
امور سیاست مین فرد یگانہ ہو۔ اب اگر ہمنے اپنے اختیار سے کسیکو امام بنایا ہمکو ضرور اندیشہ
رہیگا ایسا نہو باطن مین یہ کافر ہو یا فاسق ہو اور اُسکی مقدار علم بھی ہمپر مخفی ہوگی

(اسلئے کہ مطالب علمیہ روزانہ متجدد ہوتی ہین اور قوت قدسیہ (اجتہادیہ) بھی غلط کاری سے باز نہین رکھتی -) اور اس امام کی اور اسکی سوا دوسرے شخص کی ان کمالات مین قیاس کرنا اور افضل سے مفضول کو پہچاننا یہ بھی ہمپر مخفی رہیگا بھر جتنی شرط افضلیت کی شناخت ہم سے پوری نہین ہوسکی کیونکہ یہ کام ہم سے انجام پائیگا اور کیونکر امام بنانا ہماری اختیار مین براہ عقل جائز ہوگا -

ترپنوین دلیل - (۵۳) اگر سبکو یا بعض اشخاص کو امام بنانیکا اختیار ہو لازم ہے کہ وہ جماعت خواہ وہ بعض اشخاص امام سے زیادہ علم رکھتی ہون تاکہ بذریعہ امتحان کے مقدار علم امام کو پہچانین اور اسکی فضیلت کو دوسری پر معلوم کرین اور جب یہ لوگ امام سے زیادہ علم اور فضل رکھتی ہین تو امام سے زیادہ انہین کو امام ہونیکی اولویت ہے کہ افضل کی ہوتی ہوی مفضول کیونکر امام اور پیشوا ہوسکتا ہے لہذا اس مفضول کو تو ہرگز نہین یہ امام بنا سکتے ہین اور نہ آپ اپنے کو امام کہسکتے ہین (اسلئے کہ اجماعی مسئلہ یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے آپکو امام نہین بنا سکتا ہے) اب کہ نہ خود امام بن سکتے ہین اور نہ دوسرے مفضول کو بنا سکتے ہین لہذا امام بنانیکا اختیار باطل ہوگیا -

مین کہتا ہون اس دلیل مین اور دلیل ۱۵ مین فرق بین ہے لہذا انہی دونو کو قریب نہین لکھا ہے - **اہلسنت کا اعتراض** اہلسنت اگر یہ

کسی شخص کو اعلم ہونا غیر سے اس نظر سے واجب نہین ہے کہ اس غیر کی افضلیت انسے باطل ہو جاتی بلکہ مرجوح فضیلت راجح کو ہمیشہ جانتا ہے چنانچہ ہم رجحان ابو حنیفہ کا فقہ مین انکی غلمان پر بخوبی جانتے ہین حالانکہ ہم ابو حنیفہ سے اعلم نہین ہین اسیطرح سیبویہ کا افضل نحو مین ہونا انکی معاصرین سے ہمکو معلوم ہے گو کہ ہم علم نحو مین سیبویہ سے اعلم نہین ہین - **جواب المندرج المتن** یہ ہے کہ مرجوح انسے راجح کو ضرور جانتا ہے کہ یہ مجھسے افضل ہے مگر یہ معلوم کرنا کہ فلان اور فلان سے بھی یہ افضل اعلم ہے یہ ممنوع ہے یعنے مجھسے اور تمام علما سے افضل ہے یہ ممنوع ہے

مین کہتا ہون مبنی اس دلیل کا یہ ہے کہ ممتحن کا اعلم ہونا اس شخص سے جسکا امتحان لیا ہے ضرور ہے یعنے جو گروہ امت یا چند اشخاص کسیکو امام بنائین وہی ممتحن ٹھیرے انکا اعلم اور افضل ہونا امام سے جسکے علم اور فضل کو جانچ کر امام بنائینگے ضرور ہے جب وہ اور وہ امام سے افضل نہ ٹھیرے تو انسے مفضول کو امام بنا سکتے ہین اور نہ خود بن سکتے ہین لہذا اختیار امام بنانیکا باطل ہو گیا اب اعتراض کیونکر درست رہا معترض کا یہ اقرار کہ ابو حنیفہ مجھسے اور انکی تلامذہ سے افضل تھے یہ بھی قابل تسلیم جب ہو گا کہ شافعی اور مالک اور احمد حنبل اور دیگر فقہا سے انکی افضلیت ثابت ہو جائے یا سیبویہ کا نحو مین اعلم ہونا اور ابن ہشام صاحب مغنی سے کا نحو مین سیبویہ ہونا باطل ہو جائے۔

چونویں دلیل (۵۴) ولایت (حکومت) امام کی سب حکومتون سے بڑھکر ہی پھر جب اس حکومت کا اختیار کرنا کسیکو امت مین سے درست نہین یعنی کوئی شخص اپنے اپکو امام نہین بنا سکتا ہی پھر دوسرے کو امام بنانا کیونکر امت کے اختیار مین ہوگا۔ **اہلسنت کا اعتراض** اگر اہلسنت یون کہین کہ امام کی حکومت کا ثابت کرنیوالا تو ہم بھی خدا کو مانتے ہین یعنی تقرر اور تجویز کرنی ہماری اختیار مین ہی اور اسکا حاکم ماننا خدا کے حکم سے ہی جیسے کہ امام اگر کسیکو حکم دے کہ تم فلان شخص کو امیر اور حاکم مقرر کرو اور بموجب اسی حکم کے امیر و حاکم مقرر کرے تو اُسکا حاکم ہونا بھی امام ہی کی طرف سے منسوب ہوگا۔ **جواب اول** اگر تم اسکو تسلیم کرتے ہو کہ ولایت اور حکومت منجانب اللہ ہی پھر اب ہمارے تمھارے نزاع کیا باقی رہی (چشم ما روشن دل ما شاد) علاوہ برین تم اسکے تو قائل نہین ہو بلکہ نصب امام کو ہمارے اختیار سے تجویز کرتے ہو اور ہمپر واجب کہتے ہو پھر جب ہمپر نصب امام واجب ہوا اور ہمنے جسے چاہا مقرر کیا اور جسے چاہا معزول کردیا۔ اب یہ بات نہین ہوسکتی کہ اسکی حکومت ہماری طرف منسوب نہو بلکہ خدا کیطرف منسوب ہو۔ **مین کہتا ہون** جواب اصلی تو یہ تھا کہ جسطرح امام نے کسی شخص غیر کو حکم دیا مثلاً زید کی امیر بنانیکا اسیطرح خدا کا حکم امت کو امام بنانیکا اگر اہلسنت ثابت کردین البتہ یہ اعتراض بھی صحیح اور یہ نظیر بھی کافی ہوجاوے ورنہ

محض دعوی بلا دلیل ہے

ترجمہ دلائل باقیماندہ جو علماء کے قابل ملاحظہ ہے

واضح ہو کہ یہ ۵۳ دلائل عام فہم جو ہمنے لکھی ہین ۲۲ دلیلین تو کتاب الفین کی ہین اور ۳۱ دلائل کا ہمنے اضافہ اپنی تجویز سے کیا ہے اب چونکہ اصل کتاب الفین مین کل ۲۹ دلیلین اس مسئلہ پر ہین اور ۲۲ کو ہم لکھ چکے باقی رہین (۷) جنکا سمجھنا عموماً ہر شخص کا کام نہین ہے اسلئے کہ دقیق اصول علمیہ قابل ملاحظہ اہل علم پر موقوف ہے لہذا انکو جداگانہ اب ہم لکھتے ہین تاکہ ہماری کتاب عام اور خاص سبکے واسطے مفید ہو اور ان دلائل کے ترجمہ مین ہم وہی طریقہ جاری رکھینگے جو کہ جناب علامہ حلی رح کا ہے۔

(۵۴) جوینی جو ایک عالم علماء اہلسنت سے ہین انکا قول بلکہ عموماً اہلسنت کا قول ہے کہ آدمی کو اپنے افعال مین اختیار نہین ہے بلکہ آدمی مجبور ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا ہی کا کیا ہوا ہوتا ہے جب عقیدہ اہلسنت کا یہ ٹھہرا خلیفہ اور امام بنانیکا اختیار امت کو کیونکر ہو سکتا ہے **مین کہتا ہون** یہ دلیل الزامی خاص فرقہ جبریہ پر چل سکتی ہے اور جبر اور اختیار کے مسئلہ مین جو تاویلات علماء اہلسنت کرتے ہین انکی نظر سے اس اختیار کی تاویل بھی وہ کرینگے لہذا ہمنے اسکو زیادہ شرح اور بسیط سے لکھنا ضروری نہین سمجھا

چھپنوین دلیل (۵۵ / ۱۳)

امت کے اختیار سے خلیفہ یا امام کا مقرر ہونا اس سے لازم آتا ہے کہ ہرج اور مرج پیدا ہو اور فتنہ

اور فساد عالم مین برپا ہو اور امام کا تقرر ہرج اور فساد مٹانیکی غرض سے واجب ہے لہذا امت کا اختیار ہونا چاہیئے **توضیح** اسکی یہ ہے کہ دنیا مین شہر اور بلاد متعدد ہین فرض کرو ایک شہر مین اجماع سے ایک امام مقرر ہوا تمام دنیا کیواسطے اور دوسرے شہر مین اسی طور ایسا ہی دوسرا امام مقرر ہوا اب اگر دونو امام کو برقرار رکھو کوئی ان مین امام کل امت کا نہوگا اور دونو کی امامت باطل ہوی یہ برخلاف مدعا جیسے دو خدا کی خدائی باطل ہے اور اگر ایک کو معزول کیا جاے تو امام کی شان یہ نہین کہ معزول کیا جاے دوم یہ کہ معزول کرنیکا سبب کیا ہے اسلئے کہ فرض تو یہ ہے کہ دونو قابلیت امامت مین برابر ہین کسیکو دوسرے پر ترجیح نہین ہے اور اس شہر کو دوسرے شہر پر ترجیح ہے اب اس جھگڑے اور فساد کو کون مٹائے اور اگر دونو کو معزول کر دیجیے بھی باطل ہے مثل فرض اول کی

شبہہ اہلسنت

اگر اہلسنت یون کہین کہ اس مسئلہ کا حکم وہی ہے جیسے کسی عورت کا نکاح دو شخصون سے بوقت واحد مین براہ غلط کاری انکے دو ولی نے کیا ہو کہ دونو باطل ہو جاتے ہین اور یہ تقرر دونو امام کا بھی غلطی امت سے واقع ہوا در اصل کوئی امام مفروض الطاعۃ نہین ہے جسکی معزول کرنیسے ہمپر کچھ الزام عائد ہو بنا بر ہمارے عقیدہ کی **جواب** اسکا ہم یہ دینگے کہ دونو نکاح کو باطل ہونیسے کوئی ہرج اور فتنہ اور فساد برپا نہین ہوتا ہے بلکہ رفع فساد اسمین ہے کہ دونو نکاح باطل ہون اور دونو امام کی معزول کرینمین پھر ایک امام مقرر کرنا چونکہ ضرور ہے اور دونو شہرون مین سے کسیکو اولویت نہین ہے جب کسی شہر کے لوگ اپنی تجویز سے کل امت پر

امام مقرر کرین گے دوسرے شہر والے ضرور امادہ فساد ہونگے علی الخصوص جب اور شہر مین
قابل امامت کے اور لوگ موجود بھی ہون مین کہتا ہون تاریخ خلفا کو پڑھو
اور جسقدر جھگڑے لڑائیان باہم خلیفہ کے عزل اور نصب مین ہوئین انکو یاد کرو۔

چھپنوین دلیل (۵۶) آ ۱۵ جسطرح کہ امام کا ہونا لطف خدا ہے بالاتفاق اس نظر سے بھی
کہ امام کی موجودگی مین امت اگر اطاعت امام کرے صلاح اور فلاح دارین اسکو نصیب ہوتی
ہے اور نزاع اور جھگڑے اور ہرج اور مرج سے دور رہیگی اور یہی سبب ہے نصب امام کی ضرورت
ہونیکا اسیطرح امام کا مقرر کردہ خدا یعنی منصوص من اللہ ہونا بھی لطف عظیم اور کرم
عمیم خدا کا امت پر ہے اسلئے کہ جب خدا امام مقرر کردیگا پھر کسیکو کسی قسم کی نفسانیت لڑائی
جھگڑا باقی رہیگا نہ ایک قوم کو دوسری پر ترجیح کا خیال ہوگا اور صلاح اور فلاح اور
دفع ہرج و مرج اور فتنہ اور فساد کی زیادہ امید ہے اور امت کی تجویز سے تقرر امام مین
بڑا جھگڑا اور فساد ہونیکا خوف ہے اور اختلاف کی تو زیادہ اندیشہ ہے لہذا خدا ہی کا مقرر
کردینا واجب ہے۔ پہلا شبہہ اس دلیل پر اہلسنت اگر یون کہین کہ یہ اختلاف
اور نزاع بسبب تقرر امام کے نہین پیدا ہوگا بلکہ اختلاف مذہب اسکا سبب ہے اور چونکہ یہ اختلاف
مذہب اسوقت بھی ہو جب امام کو خدا مقرر کرے لہذا وہ نزاع اور فساد امام منصوص من اللہ ہونے
سے بھی برطرف نہوگا مطلب اس شبہہ کا یہ ہے چونکہ امام مقرر فرقہ مذہب امت کی ہین ایک فرقہ

تو باختیار امت نصب امام کو تجویز کرتا ہی اور دوسرا فرقہ قائل ہی کہ خدا کا یہ منصب ہی
اور یہ خلاف و فرقت امام منصوص من اللہ ہونیکی بھی ضرور رہیگا لہذا منصوص من اللہ
ہونیسے رفع نزاع اور فساد کیونکر تسلیم کیا جائی اسلئی کہ خلیفہ منصوص حسب آیت اور حدیث ہی
ہوگا فرقہ مخالف اس آیت اور حدیث کی تاویل کرکی اسکو مشکوک کردیگا اور نص جلی
کو بھی تاویل کرکی نہ مانیگا چنانچہ اکثر مسائل اختلافیہ مین امت کا بھی حال ہی کہ اپنی اپنی مذہب
آیات اور احادیث کی تاویل کرکی ڈھال لیتے ہین (قرآن اور حدیث کا ذو وجوہ ہونا بھی مسلم ہی علاوہ
برآن فرقہ امامیہ کی لوگ کیونکر رفع نزاع اور فساد کا دعوی کرسکتی ہین اسلئی کہ نصوص احادیث
نصب امام انکی پاس موجود ہین جو ہر زمانہ مین وجود امام کی ضرورت ثابت کرتی ہین اور انکی
اماموں کی ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر ہوئے پھر بھی فتنہ اور فساد امت سے نہ اٹھا اور امام منصوص
کی اطاعت کل امت نی نکی ہان چند روز حضرت علی کی اطاعت ضرور کچھ لوگون
نے کی سو وہ جناب بھی آخرتک جنگ جمل و صفین مین لڑتی رہی پھر بعد اس جناب کی
کسی امام کو اقتدار اظہار امامت پر نہوا بلکہ ہمیشہ مغلوب رہی اور اپنی حق سے منع کئی گئے
اور جس خلیفہ کو امت نے اپنی اختیار سے مقرر کیا اسکا امر خلافت مسلم بی خرخشہ اور نزاع
کی زمانہ دراز تک قائم رہا کسینے اسکی خلیفہ اور امام ہونیسے انکار نہین کیا (اب تجربہ اور مشاہدہ
دلیل اسی کی ہی کہ امت کی بنائے ہوئے خلیفہ مین فساد اور فتنہ کم ہی اور خدا کے

بنای ہوے ہین زیادہ ہی لہذا یہ دلیل غلط ہوگئی یہ اعتراض بطور حل کی ہی **جواب** اسکا
یہ ہی کہ خدا کی مقرر کرد ہمین خلیفہ اور امام کی امت کا قریب صلاح کی ہونسی انکار کرنا اور امت کے
بنای ہوے خلیفہ مین امت کا دور از صلاح ہونیسی بھی انکار کرنا یہ ہر ایک انکار بدیہی
امور کا ہی اور محض مکابرہ ہی اسلیئے کہ ہر ایک عاقل کو اسکا یقین ہی کہ خدا کا مقرر کرد
خلیفہ ضرور واجب الاتباع ہی اور جملہ خلایق کا امام ہی پھر جب کوئی نص امامت ما دایت یا حد
کو ایسی معنون پر حمل کرے جسپر وہ نص دلالت نکرتی ہو ضرور وہ شخص حکم خدا اور
رسول کا منکر اور معاند ہوگا۔ **مین کہتا ہون** چونکہ دلیل عقلی اور نقلی
سے بھی وجوب نص من اللہ جانب ثابت ہی اور یہ آیت یا حدیث مطابق دلیل عقلی
کی ہی لہذا اسکا انکار اور اسکی تاویل ضرور مکابرہ اور عناد سے ہوگا بخلاف انکار
اختیار امت نصب امام مین جسپر دلیل عقلی اور نقلی قائم نہین ہی آپ دیکھو کہ نص
امت کی انکار کرنیسی زیادہ سخت انکار اس شخص کا جو کسی اپنے خلیفہ یا امام کی امامت کا
منکر ہو جسکو اسکی کسی دشمن اور معاند امام بنایا ہی اور وہ ایسا امام ہی یا ایسا امام بنانیوالا
ہی جسکی قول کا یہ شخص منکر قائل نہو اور نہ اسکا امو اعتقاد ہی یہ کہ منکر قائل ہو اور نہ اسکی اطاعت
کو واجب جانتا ہو علی الخصوص جبکہ خدا اور رسول سی اس منکر کو دشمنی نہین ہی اور اس امام یا امام بنانیوالے اسکی عناد
ہی لہذا یہ انکار بہ نسبت منکر امام منصوص کے زیادہ شدید ہوگا اور وہ انکار اس سے کم

پس اولی بالوجوب وہی صورت ہی یعنے تخصیص من اللہ کہ اسمین انکار شدید نہین ہی
یہ بھی سمجھو کہ اگر ایک جماعت کثیرہ کو عناد اور مخالفت امام منصوص سے بھی ہی
اور باوجود اُسکی امام منصوص ہونیکی دوسرا امام اور خلیفہ غیر منصوص کو اپنا امام قرار
دین کیا اُنکی اس مخالفت بیجا کی نظر سے خدا تقرر امام سے باز رہیگا بلکہ خدا پر تقرر امام
ہر حال مین واجب ہے امت اطاعت کرے یا نہ کرے اسلئے کہ جملہ واجبات کا یہی حال
ہی کہ اُنکی واجب ہونیمین یہ ضرور نہین ہی کہ جن پر واجب ہین وہ عمل بھی کرین
مراد یہ ہی کہ عمل کرنا یہ فعل امت کا ہی اور واجب کرنا یہ فعل خدا کا ہی اور اس بات
مین نبی کی بعثت اور امام کی تقرر مین کچھ فرق نہین ہی پھر جسطرح باوجود انکار
کفار نبی کا تقرر خدا نے ترک نکیا امام کی مخالفت اگر امت کرے انکا تقرر کیون خدا
نکرے گا بلکہ منکرین نبی اور منکرین امام منصوص دونو معذب ہونگے۔

دوسرا شبہہ بطور معارضہ کے ابو الحسن نے اس دلیل د ۵۶/۱۵ پر
بطور معارضہ کے یہ شبہہ کیا کہ ہرج اور مرج اور فتنہ اور فساد کی دور کرنیمین دو طریقہ
مندرجہ ذیل مین سے کونسا طریقہ اچھا اور اقرب ہی **ایک طریقہ تو یہ ہی کہ** خدا
نبی کو بھیجے اور اسکی ہمراہ آیات اور معجزات ظاہری ایسی ہون کہ نص جلی کسی امام کی
امامت پر کرکے وہ نبی سب آدمیونکو دکھلادے کہ ہمارا خلیفہ فلان شخص ہی

اور نص جلی اسکی امامت پر نبی خود کردی یہ طریقہ اچھا ہی یا یہ طریقہ کہ وہ نبی نصوص مجملہ (غیر صریحہ) اور وہ بہی روایات محتملہ سے منقول اپنے نبی اپنے خلیفہ کی خلافت کو چھوڑدی ضرور ہر ایک ادمی یہی کہیگا کہ پہلا طریقہ رفع ہرج و مرج اور رفع فتنہ اور فساد کرنیمین اچھا ہی مگر خدانے پہلا طریقہ نہین جاری کیا اور نہ نبی نے اسکو ظاہر فرمایا (۲) اسیطرح دو طریقہ اور بھی ہین ایک تو یہ کہ خدا اشرار اور منکرین امامت امام منصوص کی قوت شرو فساد کم کردیتا یا مٹادیتا۔ اور انصار اور تابعین امام منصوص کی قوت زیادہ کرتا کہ منکرین پر غالب رہتے اور منکرین کی قوت زیادہ نکرتا یا یہ اچھی بات ہی کہ منکرین کی قوت خدا زیادہ کرتا۔ ضرور سب یہی کہین گے کہ پہلی صورت رفع ہرج و مرج اور رفع فتنہ و فساد مین اچھی ہی مگر خدا نے یہ بھی نکیا۔ جب ہمنے دیکھا کہ یہ دو باتین جس سے فتنہ و فساد کم ہوتا خدانے تجویز نفرمائین آپ ہمکو ضرور معلوم ہوا اسکا سبب یہ ہی کہ تکلیف ہمپر زیادہ قائم ہو اور امتحان ہمارا زیادہ ہوجائے اور ثواب ہمکو زیادہ ملے اسلئے کہ جسقدر تکلیف شدید کی برداشت کرینگے استحقاق ثواب زیادہ ہوگا یہی حال مسئلہ امامت کا ہی کہ ہماری اختیار مین ہی سے ہمارا امتحان پورا ہوتا ہی ہم نے القا ہی دین اسلام مین تقرر منتظم خلیفہ کرکے کیسی فرمانبرداری خدا کی کرتی ہین بخلاف امام منصوص کی ہمین ہمکو زیاد

اہتمام کی ضرورت ہی کیا تھی لہذا امت کا اختیار ہی واجب تھا **جواب**
اس معارضہ کا پہلا تو یہی ہے کہ خود ابو الحسن پر اعتراض بعینہ وارد ہوتا ہے اسلئے
کہ وہ بھی نصب امام کو واجب کہتا ہے اس نظر سے کہ وہ لطف خدا ہے پھر لطف
واجب کو جو فعل خدا کا ہے ترک کرنا اور امت پر اسکی انجام دہی کو چھوڑ دینا یہ خدا کیونکر
کرسکتا ہے اور دوسرا **جواب** یہ ہے کہ یہ معارضہ جمیع تکلیفات شرعیہ پر وارد ہوتا ہے
اسلئے کہ اگر آدمی سب معصوم پیدا ہوتے صلاح اور نیکوکاری دنیا مین زیادہ ہوتی
کسی قسم کا فساد کبھی نہوتا مگر باوجود اس خوبی کے خدا نے ایسا نکیا اور یہ ایسا کرنا خدا
پر واجب ہے **ایضاً** اس خیال سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اگر امور شرعیہ کی تکلیف خدا
سب سے ساقط کردیتا اسوقت صلاح کا زیادہ ہونا یہ بھی خدا نے نکیا اسلئے کہ یہ امر
باطل ہے پھر جسطرح کہ مصلحت نظام عالم دنیا و آخرت مقتضی وجوب مشقت
تکلیف ہے اسیطرح امامت کا بھی حال ہے مین کہتا ہون یہ جواب اخیر با نو ہمری
سمجھ مین نہین آیا اور یا در اصل کافی نہین ہے بلکہ جواب شافی تو یہ ہے کہ خدا کا اختیار
دینا امت کو امام مقرر کرنیمین اسکا ثبوت کسی ایت اور حدیث سے اگر ابو الحسن دیکر
پھر امتحان امت اور مزید استحقاق ثواب کو سبب اسکا تجویز کرتی تو ضرور قابل تسلیم تھا اور
جب خدا کا حکم نہ نبی کا ارشاد امت کے اختیار پر ثابت ہے اب اس توجیہ کو کیونکر مانا جائے

جو سراسر شورش اور الزام کی خدا اور نبی پر ہی جیسا کہ ہم دلیل (۴۲/۲۵) مین لکھ چکے اور چونکہ کل
اہل اسلام کا یہ عقیدہ اجماعی ہی کہ امت بدون اذن الٰہی کہ خدا یا رسول کوی حکم اسپر زائد جب
کری اپنی تجویز عقلی سے کوی کلام احکام شریعت سے اپنی اوپر واجب نہین کر سکتے اور خدا
اور رسول نے تقرر امام کا حکم امت کو نہین دیا پھر یہ قول ابو الحسن کل فرقہ ہای اسلامیہ
کی اجماع کی خلاف بلکہ خود ابو الحسن کی عقیدہ کی خلاف کیونکر صحیح اور درست ہو سکتا ہی
لہذا یہ معارضہ محض لغو اور بے بنیاد ہی جسکا ابطال خود ابو الحسن کا عقیدہ کرتا ہی۔

ستاونوین دلیل ۵۷/۲۹ اجماع اہل اسلام کا ہی کہ جو آیات قرانیہ اجرای حدود
اور قصاص وغیرہ کی نسبت وارد ہین وہ کسی زمانہ خاص کیواسطی نازل نہین ہوی
ہین بلکہ تا قیامت انکی بجا آوری واجب ہی مثلاً چور کی ہاتھ کاٹنی کا حکم زانی اور زانیہ کو سو سو
کوڑی مارنیکا حکم وغیرہ وغیرہ۔ اچھا اب ہم پوچھتی ہین کہ یہ حکم امت کو ہی یا امام کو
کل اسلام بالاتفاق کہتی ہین کہ امت کو یہ اختیار نہین بلکہ امام یا جسکو امام اجازت دی
چنانچہ خوارزمی نی اسکو نقل کیا ہی اور جب یہ خطاب امام کیطرف ہی تب امام کا مقرر کردہ خدا
ہونا ضروری ہی اسلیے کہ اگر امام مقرر کردہ خدا نہوگا تو امام کا مخاطب اس خطاب کے ہونا موقوف
اسپر ہوگا کہ امت جب امام بنای اور وہ امام عہدہ امامت کو قبول بھی کری تب ان آیات کا خطاب
امام کیطرف ہوگا پھر چونکہ امام کو قبول کرنا اس عہدہ کا عقلاً اور شرعاً واجب نہین ہی جیسا کہ ہمنی

دلیل (۷) ہم نے ثابت کر دیا ہے اب فرض کرو کہ امام نے عہدہ امامت قبول نکیا یا قبول کر کے مستعفی
ہوا اب اُن آیات کی تعمیل کون کریگا۔ **پہلا اعتراض**
اس دلیل پر یہ ہے کہ اصل خطاب تو نبی کیطرف ہے اور نبی نے علمائے دین کو قاضی بنا کے
حکم امت کو دیا جو تا قیامت انکی سپردگی مین تعمیل احکام رہیگی اور یہی عملدرآمد ہمیشہ سے رہا ہے
اب امام کا انکار کرنا یا مستعفی ہونا اس سے تعطیل احکام کیون ہوگی۔ **جواب**
اگر یہی بات سچی ہے پھر نبی کا خلیفہ بنانا اسکی ضرورت کیا ہے محض لغو اور بیکار ہوا چونکہ
یہ اعتراض سراسر لغو تھا اسیوجہہ سے جناب علامہ نے اسکو نہیں لکھا۔ **دوسرا اعتراض**
یہ جتنی آیتین ہین سب وجوب نصب امام کو امت پر دلالت کرتی ہین اور شیعہ الٹا
استدلال ان آیات سے عدم اختیار امت پر کرتے ہین۔ **توضیح اس مطلب کی**
یہ ہے کہ مثلا چور کی ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت مین ہے اُسکا خطاب امت کیطرف ہے غرض
ہے کہ ہاتھ کاٹنے کیواسطے جتنے امور بطور مقدمات اور اسباب کے ہین انکو مہیا کرے تاکہ یہ حد
یعنی ہاتھ کاٹنا جاری ہوجاے پھر یہ سب اسباب اور مقدمات اسیوقت پیدا ہونگے جب وہ شخص
جو قابل امامت اور حکمرانی کی ہو امت کی اتفاق رائے سے اس عہدہ کو قبول کرلے اور امت اسکو
اس عہدہ پر مقرر بھی کردے۔ اسکے بعد امام مقرر کردہ امت پر اسی آیت کے ذریعہ سے ہاتھ کاٹنا
سارق کا واجب ہوگا اور جو دیگر امور ضروری بطور مقدمات کے ہین انکا مہیا کرنا بھی امام پر واجب

ہوگا جیسے جلاد کا بلانا اور حکم قطع کا صادر کرنا وغیرہ چور کی گرفتاری بھی اسمین داخل ہے
اور تحقیق واقعی اسکی چور ہونیکی تاکہ بیگناہ سزایاب نہو یہ آیت مطلق ہے یعنی کسی زمانہ
خاص کا یہ حکم نہین ہے لہذا ہر حال مین اور ہر زمانہ مین اسکی تعمیل واجب ہے اور اس
وجوب عام کا مقتضی یہ ہے کہ اسکی مقدمات (نصب امام وغیرہ) بھی ہر وقت واجب ہون لہذا
امام کا مقرر کرنا بھی امت پر اور قابل امامت پر اُسکا قبول کرنا بھی واجب ہوا۔

مین کہتا ہون یہانتک تو ترجمہ کتاب ہمنے لکھا ہے لیکن ہم اس مطلب کو اپنی تقریر
سلیس سے بھی مکرر لکھدین تاکہ عام فہم ہوجاوے دیکھو جب چور کی ہاتھ کاٹنی کا حکم خدانے
ہمکو دیا تو اس حکم کی بجاآوری چند امور پر موقوف ہے (۱) چور کا چور ثابت کرنا تحقیق
واقعات سے گواہان رویت خواہ اقرار مجرم وغیرہ سے اور پھر بعد تحقیقات کی حکم اخیر جو عدالت سے
نافذ ہوتا ہے اور یہ کام ہر شخص کا نہین ہے بلکہ حاکم (جج) قاضی جسکو قابلیت فیصلہ مقدمات
فوجداری کی بموجب قانون شریعت ہو۔ اب معلوم ہوا کہ خدانے جو امت کو ہاتھ کاٹنی
کا حکم دیا اور حکم دینے کی لیاقت ہر فرد امت کو نہین ہے لہذا ایسے جج کی مقرر کرنے
کا بھی حکم ہے جو لیاقت جج ہونی یا قاضی ہونیکی رکھتا ہو اب ثابت ہوگیا کہ امام (جج)
کا مقرر کرنا بھی خدانے امت کے سپرد کردیا پھر چونکہ اس حکم کا پورا ہونا دو باتون پر موقوف
ہے امت کا مقرر کرنا امام کا (۲) اور امام کا قبول کرنا اس عہدہ کا لہذا جو شخص امامت

واجبی) کی ہو اسپر قبول کرنا تجویز امت کا بھی واجب ہوا اور اسی آیت سے دونو باتین واجب ثابت ہو گئین - اب بعد قبول کر لینے امام کی اسپر جو امور احکام خدا کے مذکور ہین جب ہین انکو وہ بجا لائیگا اب یہ دلیل کھونی ہر شخص سمجھ لیگا از طرف مترجم جواب یہ آیت بذات خود (اصالۃً) دلالت کرتی ہی ہاتھ کاٹنی کی وجوب پر یعنی دلالت مطابقی اسکی وجوب قطع ید پر ہی اور بالتبع (بدلالت التزامی) وجوب مقدمات پر دلالت کرتی ہی اور دونو باتین یعنی ہاتھ کاٹنا اور اسکی مقدمات کا ٹھیک طور سے بدون احتمال خطا کاری جب ہی پوری ہونگی جب امام معصوم مقرر کردہ خدا ہو چنانچہ اوپر کو دلائل سے ہم ثابت کر چکے

دفع شبہہ

اگر کسیکو یہ شبہہ عارض ہو کہ پھر خطاب اس آیت مین امت کیطرف کس غرض سے ہوا اور کیا چیز امت پر واجب ہوئی امام مقرر کردہ خدا سب کچھ کر لیگا اسکا جواب یہ ہی کہ امام کی حکم کی تعمیل اور مہیا کر دینا ان چیزون کا جن سے بجا آوری اس حکم کی ہو سکتی ہی مثلاً گرفتاری مجرم اور ادای شہادت احضار جلاد روکنا شر اور فساد کا جو مجرم کی طرفدار برپا کرنا چاہین وغیرہ وغیرہ یہ سب امور بخلاصہ تمکین امام (اطاعت) انکی ہی امت پر اسی آیت سی وجوب پا ہوئی جواب مندرج متن آیت مذکورہ کو بالذات مقدمات موصلہ قطع ید پر دلالت کرنا جائز نہین ہی اسلئے کہ مجازی معنی بلا ضرورت

مراد لینی باوجود حقیقی معنے کی مراد لینی کے ناجائز ہی خصوصاً جب کوئی دلیل
بھی مجازی مراد لینی کی نہو - دوسری خرابی اس اعتراض مین یہ ہی کہ امر مطلق
وجوب مقدمات فعل پر اگر دلالت کرتا ہی تو اسی شخص پر واجب ہونیکو کرتا ہی
جسپر یہ فعل واجب ہی مراد یہ ہی کہ جس شخص پر اس فعل کی بجاآوری واجب ہے
اُسی پر مقدمات کی بجاآوری بھی واجب ہی اور یہ بات صحیح نہین کہ اُس
فعل کی بجاآوری تو زید پر واجب ہو اور مقدمات کی بجاآوری عمر پر جیسا
معترض کہتا ہی کہ تقرر امام امت پر اور جملہ امور امام پر اسلیے کہ امام کا مقرر کرنیوالا
گروہ امت سی وہ غیر ہی امام کے - پھر اگر قبول کرنا عہدہ امامت کو اس شخص پر واجب ہی
جسکو قابلیت اور صلاحیت امامت کی ہو تو مقدمات قبول کا اسکی غیر پر امت ا
واجب ہونا صحیح نہوگا اور جو گروہ امت امام بناتا ہی اسپر قطع ید واجب نہین بلکہ جو
عہد امامت کو قبول کری اسپر واجب ہی یہ محض غلط ہی - **مثال** وضو کرنا ہمپر
واجب ہی تو وضو کیواسطے پانی بھر دینا دوسری پر بھی واجب ہوگا بلکہ ہم ہی پر واجب ہی
بھرین یا اجرت دیکر خواہ تبرعاً دوسرے سے بھروائین **ابو الحسین بصری** نے اس
آیت سی استدلال کیا ہی کہ نصب امام رعیت امت پر واجب ہی اُسکی دلیل یہ ہی کہ لفظ
فاقطعوا ایدیھما مشترک ہی کہ جو لوگ ان امور کو بجالاتے ہین جنکی توصل اور ذریعہ سی

ہاتھ کاٹنے کا حکم پورا ہوتا ہے اونپر بھی صادق آتا ہے اور جو شخص ہاتھ کاٹے جلاد وغیرہ اُسپر بھی صادق آتا ہے مثال اسکی یہ ہے کہتے ہیں امیر نے چور کا ہاتھ کاٹا اور کٹگیا یعنی امیر نے حکم دیا ہاتھ کاٹنے کا اور یہ بھی کہتے ہیں جلاد نے چور کا ہاتھ کاٹا یعنی خود جلاد نے اپنے ہاتھ سے یہ کام کیا اگر آیت مقدسہ مین دوسرے معنے ہرگز مراد نہین ہین یعنے ہر فرد امت پر حداد کا کام کرنا (چور کے ہاتھ کاٹنے کا) واجب نہین ہے اسلئے کہ ظاہر آیت عام ہے شامل دونو معنوں کو ہے اور دوسرے معنے کا بجالانا ممکن بھی نہین ہے (بنظر امکان عادی) یعنے ہر ایک آدمی حدادی کا کام کرے یہ ناممکن ہے اور اگر ممکن بھی ہے تو بالاجماع یہ مراد آیت مقدسہ کی نہین ہے کہ ساری امت کام جلادی کرے اور چور کے ہاتھ کاٹا کرے رہے دوسرے معنے کہ ساری امت جلاد کو حکم دے چور کے ہاتھ کاٹنے کا یہ بھی بدون اُسکے جائز نہین ہے کہ امام متولی اور حکم دینے والا اسکا ہو اب اسوقت بخوبی ظاہر ہوگیا کہ آیت مقدسہ مراد بجا آوری اُن امور کی ہے جنکی ذریعہ سے یہ حکم جاری ہوسکتا ہے یعنی مقدمات اس فعل کی بجا آوری کل امت پر واجب ہے جب یہ بات ثابت ہوچکی اب دیکھو امت مین دو قسم کی لوگ ہین کچھ ایسے لوگ ہین جو قابل عہدہ امامت کے ہین اور کچھ بلکہ بہت کچھ ایسے ہین جو اجماع کرکے امام بنا سکتے ہین اور یہ دونو گروہ پر بجا آوری انھین مقدمات قطع ید کی واجب ہے لہذا جو کام جسکے لائق ہے وہ اسکو بجالاے چونکہ یہان پھر بھی دو باتین ہین کہ جو لائق امامت کی ہے جب اسکو امام

بنائے وہ قبول کرے یہ تو امام نزد اہل سنت اور واجب ہی کہ مستحق امت کو امام بنائے اب وہ تو بالو تکا
وجوب اسی آیت سے ثابت ہوگیا۔ **جواب** اول تو یہ ہی کہ آیت مین حکم
صریح بدلالت مطابقی ایسا قطع کرنیکا ہی اور اسکو ہمنے اوپر ثابت کردیا ہی تکرار کی ضرورت
نہین ہی **مین کہتا ہون** یہ جواب اسوقت کافی نہین ہی اسلئے کہ ابوالحسین
قرینہ مانعہ مراد لینی معنے حقیقی لغوی کا اور قرینہ موجبہ مراد لینی معنے حقیقی عرفی
کا قائم کرتا ہی اور سابق کی تقریر مین بھی گذرا ہی کہ بلا ضرورت معنی مجازی کا مراد لینا جائز
نہین ہی لہذا یہ جواب ناتمام بلکہ ممنوع ہوگیا **بلکہ اب جواب** علی التنزل
والتسلیم یہ ہی کہ ہمنے مان لیا کہ آیت سے مراد وہی ہی جو تمنے ثابت کیا ہی یعنی بجاآوری
مقدمات کی نہ مباشرت فعل اور یہ بھی ہمنے تسلیم کرلیا کہ امت مین دو گروہ ہین
اور ہر ایک گروہ پر جو کام اُسکے لائق ہی منجملہ مقدمات کے وہی واجب ہی اور اسی نظر سے
جس گروہ کو لیاقت امام ہونیکی نہین ہی اُسپر فرض ہی کہ امام مقرر کرین اچھا اب بیت
فرمائے کہ امام مقرر کرنیکی شروط کیا ہین اور کتنی امور ہین جنسے یہ گروہ امت قابلیت امامت
کو پہچان سکتا ہی اسلئے کہ امام مین کچھ اوصاف ایسی ہین ظاہری اور بہت سے اوصاف
باطنی ہین مثلاً امام کا مومن ہونا منافق نہونا یہ اول درجہ کی شرط ہی اور
اولی الامر منکم سے یہی مراد ہی کون فرد بشر کسی کی نسبت حکم قطعی کرسکتا ہی کہ یہ شخص

مومن ہی منافق نہین ہی اور ہمیشہ تادم مرگ مومن رہیگا از ین قبیل اور بہت سی

امور مین جنکا علم طاقت بشری سی باہر ہی اب یہ گروہ امام بنانیوالا باوجود ایسی

لاعلمی کی اگر مکلف نصب امام کا ہو یہی تکلیف محال ہی جو اسکی طاقت سی باہر ہی بلکہ

ابوالحسین کو یون کہنا چاہئی تھا کہ امت کے دو گروہ ایک تو وہ گروہ جو امام کو قابل

امامت کے پہچانی ان دلائل سی جو خدا اور رسول اور عقل نی اسکو تعلیم فرمای ہین منجملہ

انکی نص بر امامت اور ظہور معجزات اور موجودگی اشیاء مخصوصہ دالہ بر امامت ہی اور دوسرا

گروہ وہ ہی جو قابل امامت کے ان اوصاف کیوجہ سی ہو چکا ہی لہذا یہ آیت اگر مقدمات

ہی کی بجا اوری پر دال ہو جب بھی امام منصوص من اللہ کا ثبوت اسی سی ہوتا ہی دوسرا جواب

دوسرا جواب شارح المتن یہ بات صحیح ہی جب کہتے ہین کہ امام نی چور کو ہاتھ کاٹا اس سی

عرف عام مین یہی سمجھا جاتا ہی کہ امام نی حکم قطع کرنیکا دیا بطور حقیقت عرفیہ اور جب

یہ کہتی ہین کہ جلاد نی چور کی ہاتھ کاٹی اُس سی یہ سمجھا جاتا ہی کہ خود جلاد نی کاٹی بطور حقیقت

لغویہ کی مگر امام کو بنانیوالی خلیفہ گر انکو کبھی کوئی نہ کہیگا کہ انھون نی چور کی ہاتھ

کاٹی نہ باین معنے کہ انھون نی حکم ہاتھ کاٹنی کا دیا اور نہ باین نظر کہ انھون نی مثل جلاد

کی ہاتھ چور کی کاٹی نہ باین نظر کہ انھون نی امام کو مقرر کیا نہ براہ حقیقت عرفیہ اور نہ براہ

حقیقت لغویہ ہان بطور مجاز بعید کے اور وہ بھی بشرط نصب قرینہ کہہ سکتی ہین مگر یہ

عام قاعدہ ہے کہ مجازات بعیدہ پر کوئی لفظ محمول نہین ہوتا ہے اگر معنی حقیقی موجود
ہون **اب مین کہتا ہون کہ** قطع ید حقیقت لغویہ کی راہ سے بھی ہے
جو شخص اس کام کو کرے جلاد وغیرہ اور کبھی مجازا بسبب قطع پر بھی بولا جاتا ہے پھر چونکہ
اسباب قریب بھی ہین اور بعید بھی اور عام بھی ہین اور خاص بھی اور انھین
وجوہ سے کوی معنی مجازی اولی اور انسب ہوتی ہین مراد لینے مین اور کوئی بعید
اور نامناسب اب دیکھو کہ قطع ید کا حکم دینا یہ بھی بعض اسباب قطع مین سے ہے
اسلئے کہ علۃ تامہ قطع کی نہین ہے- اور تقرر اس امام کا جو قطع ید کا حکم دے وہ تقرر
سبب بعید بھی قطع کا ہے اور عام بھی ہے مراد یہ ہے کہ تقرر امام مین دو طرح کا
نقص ہے اول تو سبب بعید اور دوم سبب عام اور حکم دینا قطع ید کا یہ بہ نسبت
تقرر امام کی سبب قریب ہے اور خاص بھی ہے آیت مقدسہ کا معنی مجازی تقرر امام
پر حمل کرنا (باوجودیکہ معنے حقیقی اور سبب قریب یعنی امر بالقطع موجود ہین اور انکا
مراد لینا ممکن بھی ہے) ہرگز جائز نہو گا- اسلئے کہ ایسا سبب بعید اسپر کسی لفظ کا حمل کرنا
شاید اگر کبھی ہوتا بھی ہو تو امور اتفاقیہ قلیل الوقوع سے ہوگا جنکا کچھ اعتبار
نہین ہے لہذا آیت کا حمل کرنا نصب امام پر جائز نہوگا **مین کہتا ہون**
جب ابو الحسین نے معنی حقیقی یعنی مباشرت قطع ید کا مراد لینا اسکو ظاہر کر دیا کہ ہرگز

مراد نہین ہی اور حکم قطع ید جو دوسرے معنی پر بناے حقیقت عرفیہ کے ہین اُنکو علامہ رحمہ
بھی تسلیم کرتے ہین اُسی پر حمل آیت کا ضروری ثابت کیا اور عقد امامت جسکو
علامہ سبب بعید لکھتے ہین چونکہ امر بالقطع موقوف عقد امام پر ہی لہذا اسکو مقدمہ
امر بالقطع یا سبب اسی امر بالقطع کا گردانا ہی نہ سبب قطع ید کا پس دراصل ابو الحسین
کی مراد اصلی یہ ہی کہ سبب امر بالقطع جو پہلے معنی قطع الامیر کے لکھے ہین وہی مراد ہین اور
وہی توصل بالقطع ہی جو بدون نصب امام کی ناممکن ہی لہذا یہ جواب بھی میرے فہم ناقص
مین کافی نہوا بلکہ جواب یہ ہی کہ ضرور توصل الی القطع بدون نصب امام کی ناممکن ہی
اور نصب امام من باب المقدمہ امت پر جب واجب ہونا اُسوقت ثابت ہوگا جب امت اسکو کبھی کر سکے اور ہمنے
ثابت کردیا ہی کہ امت کی قدرت سی باہر ہی لہذا وہ مراد نہوگا رہا یہ شبہہ کہ ذی المقدمہ
یعنی امر بالقطع کا واجب کرنا اور مقدمہ یعنی امام کا نصب واجب نکرنا محال ہی اسکا
جواب یہ ہی کہ بہت سے احکام ایسے ہین کہ اُنکے مقدمات چونکہ ہمارے اختیار سی باہر ہین اور خدا نے
خود انکو مہیا کردیا ہی مثلاً وضو کیواسطے پانی یا تیمم کیواسطے مٹی یہ مقدمہ طہارت ہی اور خدا نے
خود انکو پیدا کردیا ہی ہمپر پانی کا پیدا کرنا واجب نہین فرمایا اسلئے کہ ہماری قدرت سی باہر
ہی پس فی المقدمہ جب واجب اور مقدمہ ہمپر واجب نہین اسیطرح امر بالقطع کا مقدمہ نصب امام
چونکہ ہماری قدرت سی باہر ہی تو یہ ہمپر خدا کیون واجب کریگا بلکہ وہی قادر مطلق اُسکو

اٹھاونوین دلیل (۵۸/۴۹)

اگر امت پر نصب رئیس (امام) اور اُسکا مطیع ہونا واجب ہوتا تاکہ فساد مٹجائی اور ضرر ہائی فتنہ باہمی دفع ہوجائین اُس سے زیادہ تر واجب ہی کہ فساد اور فتنہ کو ترک کرین اور جب فساد کا ترک کرنا واجب ہوتا پھر نصب امام کی حاجت نرہتی اور وجوب نصب امام ساقط ہوجاتا اسلیئے کہ جس غرض سے امام کا تقرر امت پر واجب ہی اُسکی پورا کرنی پر بدون امام کی بہ قادر رہین اور کرسکتے ہین

توضیح

امام کی مقرر کرنیسے جو غرض اُمت کی ہی کہ فساد مٹجای جب ہی پوری ہوگی کہ کل امت امام کی اطاعت کری اور جب کل امت کا اتفاق امام کی طاعت پر ہونا ممکن ہی تو پھر ترک فساد کرنا کل امت کا بھی ممکن ہی اسلیئے کہ جب امت ایسی سنجیدہ اور عقل صائب رکھتی ہی کہ فساد مٹانی والی امام کی اطاعت پر کمر بستہ ہی پھر وہ ایسی نافہم نہوگی کہ فساد برپا کری حاکم اور حکم اور پنچ وغیرہ کی حاجت جب ہی ہوتی ہی کہ امت نافہمی سی جھگڑا اور فساد برپا کری اور جب استعداد شایستگی ہر شخص مین ہی تو کبھی فساد برپا نہوگا لہذا جس غرض سے تقرر امام اُمت پر واجب تھا بدون تقرر امام کی حاصل ہوی اب امام کا تقرر کیون واجب ہوگا بلکہ وجوب تقرر ساقط ہوگا اور یہ خرابی فرقہ امامیہ کے مذہب پر لازم نہین آتی اسلیئے وہ کہتی ہین کہ اتفاق امت اطاعت

امام پر اور نہ اتفاق امت دفع فساد پر ممکن ہی لہذا خدا پر تقرر امام وجب (بنحو من)
اگر اہلسنت یہ کہین کہ تمام اشخاص امت افساد سی باز رہین گی لہذا امام کا تقرر ضروری
مین کہونگا کہ بعد تقرر امام کی بہی تمام امت انکی اطاعت نکریگی لہذا فساد قائم
رہا اگر اہلسنت یہ کہین کہ ہمنی تو امام مقرر کرکی دفع فساد کی تدبیر کر دی اب اُسکی
اطاعت نکریں یہ اُنکی ذاتی شرارت ہی مین کہونگا جب وہ لوگ فساد کو ترک
کرین یہ بھی انکی ذاتی شرارت ہی پھر نصب امام سی کیا فائدہ ہوا اب اہلسنت یون
کہہ سکتی ہین کہ ترک فساد کا واجب ہونا اسمین تو کچھ شبہہ نہین ہی مگر اسکی واجب
ہونیسی وجوب نصب امام ساقط نہین ہو سکتا اسلئی کہ ہر زمانہ مین کچھ لوگ صلحا
اور نیک چلن ایسی ہوتی ہین جو فساد کو برا جانتی ہین اور کچھ لوگ جہال امت ایسی
ہوتی ہین کہ جو فساد کو مول لیکر برپا کرتی ہین اور یہ بات بدیہی ہی کہ رئیس امام
کی تقرر سی فساد کم ہو جاتا ہی بہ نسبت اس زمانہ کی کہ امام نہو ایسی زمانہ مین جب
رئیس امام موجود ہی نیک چلن آدمی جو فساد کو برا جانتی ہین اسکو بہ آخوت
ترک کرینگی اور جہال مفسدین رئیس کی ذریعہ سی وقوع فساد کو روکین گی اور
رئیس کی اعانت اور امداد اپنی رای اور تجویز سی اور مالی امداد سی کرینگی تا کہ رئیس امام
جہال کو فساد سی روکی۔ اسکا جواب یہ ہی کہ صلحا اور نیک چلن لوگ بھی چونکہ

معصوم نہین ہین لہذا انکی تجویز بھی تعیین رئیس امام مین متفق نہو گی بلکہ جدا
جدا اور کبھی کوی مرد صالح خود آپکو یا جسکی طرف انکی نظر عنایت زیادہ ہی اُسکو
امام بنانا چاہیئی - اب بھی ہرج اور مرج پیدا ہوگا (۲) دوسری بات یہ ہی کہ جہال صلحا
کی ہمدردی نکرینگی (۳) کبھی صلحا بھی اس امام کی فرمان پذیری نکرینگی لہذا فتنہ اور فساد
برطرف نہو گا یہ فساد اسیوقت برطرف نہو گا جبتک اہل اسلام سید الامام مقرر کری یہ بھی
دیکھو کہ اگر صلحا تقرر امام پر قادر ہون تو رفع فساد جہال پر بھی قادر ہونگی اور اگر
نصب امام سی عاجز ہونگی رفع فساد سی بھی عاجز ہونگی اسلئیے کہ دونو لازم اور ملزوم برابر
ہین پھر جب رفع فساد پر قادر ہون نصب امام واجب نہوسکیگا اور یہ باطل محض ہی

توضیح دوم جب طاعت امام سی ترک فساد ضرور ہوتا ہی تو یہ دونو لازم
اور ملزوم ہین اور لزوم مساوات ہی اور فرض یہ ہی کہ دونو فعل اختیاری امت کے
ہین یعنے اطاعت امام بھی فعل اختیاری اُمت کا ہی اور ترک فساد بھی اور دونو
کا واقع ہونا امت سے ممکن ہی اور یہ بات نہین ہی کہ بدون اطاعت امام کی ترک فساد
پر اُمت قادر نہین ہی اسلئیے کہ اخلاق حسنہ یا اخلاق ذمیمہ دونو اختیاری ہین
جسکا فعل اور ترک دونو باختیار فاعل ہی پھر چونکہ تکلیف الہی اسی فعل کی ہوتی
ہی جو مکلف کے اختیار مین ہو اور بدون نصب امام کی ترک فساد امت کرسکتی ہی یعنی ترک

فساد محض ارادہ امت سے بھی ہو سکتا ہے اور بذریعہ نصب امام بھی جبتک امت ارادہ ترک فساد نکرے نہین ہو سکتا لہذا جو کام محض ہمارے ارادہ اور اختیار سے پورا ہوتا ہے بلا واسطہ کسی اور (امام) کی پھر ضرورت ہی کیا ہے کہ ہم اپنا کام دوسرے کی اطاعت سے کرین لہذا تقرر امام کا اس غرض پر بیکار ہے تو اسکا وجوب ساقط ہوگا اسلیے کہ یہ فعل عبث ہے وجوب نصب امام اسیوقت ہیگا کہ جب بدون اسکی موجودگی کے ترک فساد نہو سکے اور اضطرار نصب حجت مین ہو جیسا ہمارا عقیدہ ہے کہ لازم اور ملزوم یعنی نصب امام اور ترک فساد یہ دونون بدون امداد اور لطف الہی کے نہین ہو سکتی امت سے ملزوم (نصب امام) محال عقلی ہے اور لازم (ترک فساد) محال عادی ہے اور محال عادی ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہوتا ہے تباین آرا اور اختلاف تجاویز اور تکالب اور تباغض اور خود بینی اور خود پسندی تفوق بر امثال یہ سب لوازم بشریت اور نتائج خطاکاری کے ہین جنکو سوائے معصوم عن الخطا کے کوئی روک نہین سکتا اور ہر امر مین جو اجرا ہونا ہے جبتک ہوگا ترک فساد کبھی پورا پورا نہوگا اور یہی سبب لزوم حجت کا ہے اور امام مقرر کردہ امت کبھی حجت نہین ہو سکتا اسلیے کہ وہ خود جاہل خطایا مثل امت کے ہے ٥ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار ٭ رفع فساد خدا کی مشروط بوجود امام رکھا ہے اور دلیل عقلی بھی اسکی مقتضی ہے آیندہ کی دلیل سے اور بھی اس دلیل کی توضیح ہوگی - اٹھاونوین دلیل (٥٩/٢٧) اگرچہ ترک فساد امت پر

واجب ہی مگر بوجہ معصوم نہونیکی اس واجب کا ترک امت سی ہوسکتا ہی اس خرابی کی دفع
کی غرض سی نصب کرنی امام کی امت کو ضرورت ہی تاکہ اس ترک واجب کا ضرر
وجود امام سی دفع ہوتا ہی مطلب یہ ہی کہ جب ترک واجب (ترک فساد) امت سی ترک
ہوسکتا ہی اسکی اصلاح کو دوسری امر اختیاری (یعنی نصب امام) سے امت خود کر سکتی ہی
اس تجویز سی تسلسل لازم آئیگا۔ اسلیئی کہ نصب امام کا سبب بھی ہی ترک فساد ہو پھر اگر
بعد نصب امام کی بھی ترک فساد نہو (یعنی اطاعت امام کی نکرنی سی) یہ بھی تو امت سی ممکن ہی
لہذا اب کوئی دوسری تجویز جس سی رفع فساد ہو جائے کرنی واجب ہوگی اور وہ بھی کافی
نہوگی اسلیئی کہ امت سے وقوع فساد ہمیشہ ممکن ہی اب تیسری اور چوتھی تجویز الی غیر
النہایہ کرنی رہو ایک تو مطلب اس دلیل کا یہ ہی دوسرا مطلب یہ ہی کہ جب ترک واجب کا
صدور امت سے جائز ہی تو نصب امام یہ بھی ایک واجب ہی اسکو بھی ترک کر دینا امت سی
جائز ہی پس اسکی عوض کوئی اور فعل جس سی رفع فساد ہو کرنا لازم ہوگا اور وہ بھی
واجب ہے اسکا بھی ترک امت سے جائز ہی اب تیسرا اور چوتھا اور یہی تسلسل ہی اور ہمارے
مذہب امامیہ پر یہ تسلسل کبھی لازم نہوگا اسلیئے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہی کہ جب امت پر
ترک فساد واجب ہی اور اس واجب کا ترک امت سی جائز ہی لہذا خدا پر واجب ہے
بنظر لطف واجب ہے کہ امام مقرر کر دی اور خدا سی اخلال واجب محال ہی اب تسلسل کا

منجر ورجاتا رہا۔ **تیسرا مطلب اس دلیل کا یہ ہی کہ** جب فساد
کی مٹانی کی غرض سی نصب امام امت پر واجب ہی اور امت نی جو امام مقرر کیا وہ
بھی جائز الخطا ہی مثل امت کی لہذا ایسی امام سی دفع فساد کا ہونا بالیقین نہو گا اب
دوسرا امام اور تیسرا چوتھا بدلتی رہو اسلیے کہ جس غرض سی امام بنایا ہی اسکی جائز الخطا
ہونیسی وہ غرض پوری نہو گی اور ہم کہتی ہین کہ خدا پر نصب امام واجب ہی جو اُسکا بنایا ہوا امام
معصوم ہو گا لہذا دفع فساد مین امام کیطرف سی کمی نہو گی اب دوسرا امام بنانیکی
ضرورت نرہی اور تسلسل جاتا رہا۔ **اہلسنت کا اعتراض** ترک واجب کا
ہر فرد امت سی جائز ہونا ضرور مستلزم نصب رئیس کا ہی مگر یہ واجب ایسا نہین ہی
جسکا ترک ہوسکی اسلئے کہ ترک فساد کل امت پر من حیث المجموع واجب ہی اور مجموع
امت معصوم ہی جائز الخطا نہین ہی اور معصوم سی خطا نہین ہوسکتی ہی یعنی
کل امت جائز الخطا ہونیسی ترک واجب کا اندیشہ نہین۔ **جواب اول مندرج**
ہا مین یہ صحیح ہی کہ اجتماع کل امت کا خطا پر محال ہی یعنی ساری امت خطا کار
نہین ہی لیکن بعض کا خطا پر ہونا اور بعض کا ثواب ہونا یہ جائز ہی اب جنھونے ترک واجب
کیا اور فساد برپا ہو اُنپر تو نصب امام واجب تھا اور جنھون نے ترک واجب نکیا اُن پر
واجب نہوا تمہارا قول ہی کل امت پر۔

نصب امام واجب ہی وہ باطل ہو گیا۔

ایضاً بعض امت کا قول نصب امام مین دوسرون پر حجت نہین ہی اسلئے

کہ ترجیح بلا مرجح محال ہی اور اگر اُنکی قول کی ترجیح بھی مانی جاوی بسبب ترک واجب

کی اور اُن پر نصب امام واجب بھی ہو تو دوسری گروہ پر کیون واجب ہو گا اسلئے

کہ اس گروہ مین سبب وجوب نصب امام نہین پایا گیا ہی آب یہ امام کل امت کا

امام نہ رہا۔ دوسرے یہ بات ہی کہ تم نے سوال مین اسکو (نصب امام) فعل

مجموع امت کا قرار دیا ہی پھر جب بعض امت نے اخلال بالواجب نکیا لہذا

کل امت کا اجتماع خطا پر نہوگا اور نہ یہ امام مذکور امام برحق ہو گا اسلئے کہ

اسکو کل امت نے امام نہین بنایا ہی۔

(جواب دوم از)

(طرف مولف)

اگر یہ واجب ایسا نہین جسکا ترک ہوسکے اور نہ اسکی ترک کا اندیشہ ہی

پھر نصب امام کیون واجب ہو گا بلکہ بیکار ہی۔

(جواب سیوم از)

(طرف مولف)

ترک فساد کا وجوب کل امت پر من حیث المجموع اسکا کیا مطلب ہی اگر یہ مطلب ہی کہ ہر فرد امت پر جدا جدا ترک فساد واجب نہین ہی پھر تو جتنے واجبات شرعیہ ہین سب کا وجوب ہر فرد امت سی ساقط ہوگا اور اگر کوئی اور مطلب ہی اسکا سمجھانا ضرور ہی۔

ساٹھوین دلیل۔

۶۰/۲۸) اگر نصب امام امت پر واجب ہو اور خدا پر واجب نہو دو خرابیون مین سی ایک ضرور پیدا ہوگی یا ترک واجب کی خرابی لازم آئیگی یا ہرج اور مرج پیدا ہوگا اور دو نو خرابیان بالاجماع باطل ہین لہذا امت پر وجوب نصب امام بھی باطل ہوا۔ تفصیل اسکی یہ ہی کہ امت کے بلاد مختلف ہین اور دور دور ہزارون میل پر واقع ہین اور ہر شہر اور مقام پر رئیس (امام) کا مقرر کرنا بغرض رفع فساد واجب ہی پھر اب چار صورتین اسکی ہین جسکا منفصلہ حقیقیہ یون بنتا ہی۔ **یا تو** ہر شہر اور ہر بستی مین جدا جدا رئیس کا تقرر واجب ہی اور اس فرض پر جھگڑا اور فتنہ برپا ہونا اور روسائے مقرر شدہ کا بہم لڑنا جھگڑنا ایک آفت عظیم پیدا کریگا اسلئے کہ ہر ایک رئیس ریاست عامہ کا طالب ہوگا (اسلئے کہ امام وہی ہے جو تمام امت پر حاکم ہو)

اور اگر ہر ایک امام کو خاص اُسی شہر کا امام بنایا ہے وہ امام بالاجماع نہین ہے، اور یہ فساد باہمی روسا اور آئمہ کا دہ چند اور ہزار چند اوس فساد سے ہے کہ اگر ایسے متعدد روسا نہ بنائے جائین۔

(۲) یا یہ بعض شہرون پر نصب رئیس (امام) واجب ہو اور بعض پر واجب نہو یہ ترجیح بلا مرجح ہی (بشرطیکہ ہر بلد مین ایک یا دو قابل الریاست موجود بھی ہون اور یہ بات ضرور ہی)۔

(۳) یا کسی بلد پر نصب رئیس (امام) واجب نہو اور اسی شق مین بطلان وجوب نصب رئیس (امام) امت پر ثابت ہوگا (وہو المطلوب)

(۴) یا اینکہ نصب کرنا رئیس کا ہر بلد پر واجب تو ہی مگر بخوف فتنہ و فساد مذکورہ شق اول یا بنظر تساہل اور تہاون کرتا کوئی نہین اور اس صورت مین اخلال بالواجب لازم ہوگا۔

مین کہتا ہون۔

پانچوین شق اس منفصلہ حقیقیہ کی کہ کل بلاد اور تمام امت متفق ہو کر ایک رئیس (امام) مقرر کرے اور یہ محال ہے لہذا اسکا تعرض جناب علامہ رح نے نہین کیا اور مکرر اسکا بطلان گذر چکا

حصہ اول جلد اول تمام ہوا۔

التماس نجات ناظرین

یہ پہلا حصہ جلد اول کا (۸) جز یعنی ۱۲۸ صفحہ

غلام حسنین